صرف احمدی نوجوانوں کے لیے

مدیر
اسفندیار منیب

اپریل 2001ء
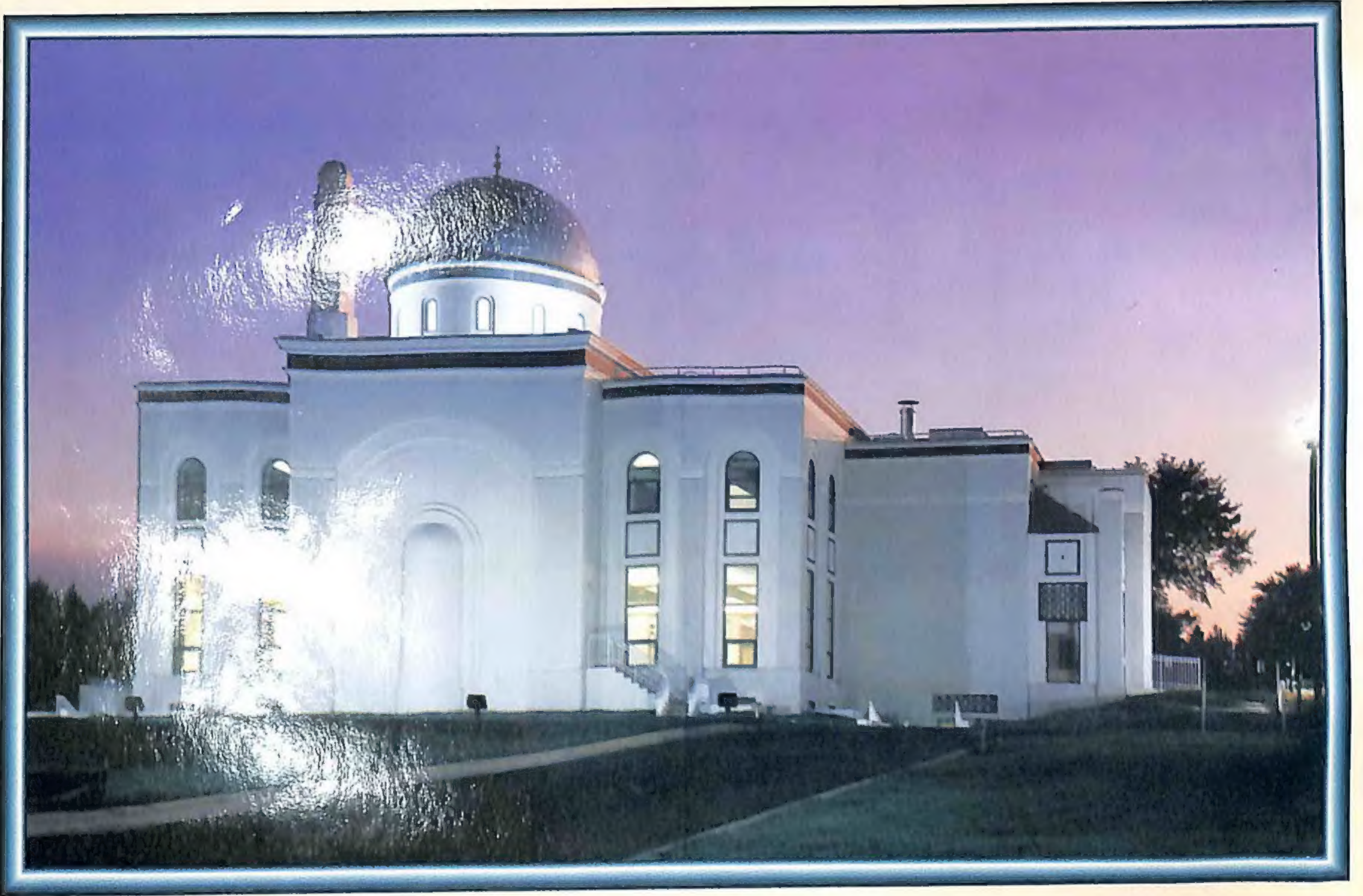
بیت الرحمٰن واشنگٹن ڈی۔سی امریکہ

مکرم قریشی نورالحق تنویر صاحب

سابق نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ

وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

تاریخ وفات 6 فروری 2001ء
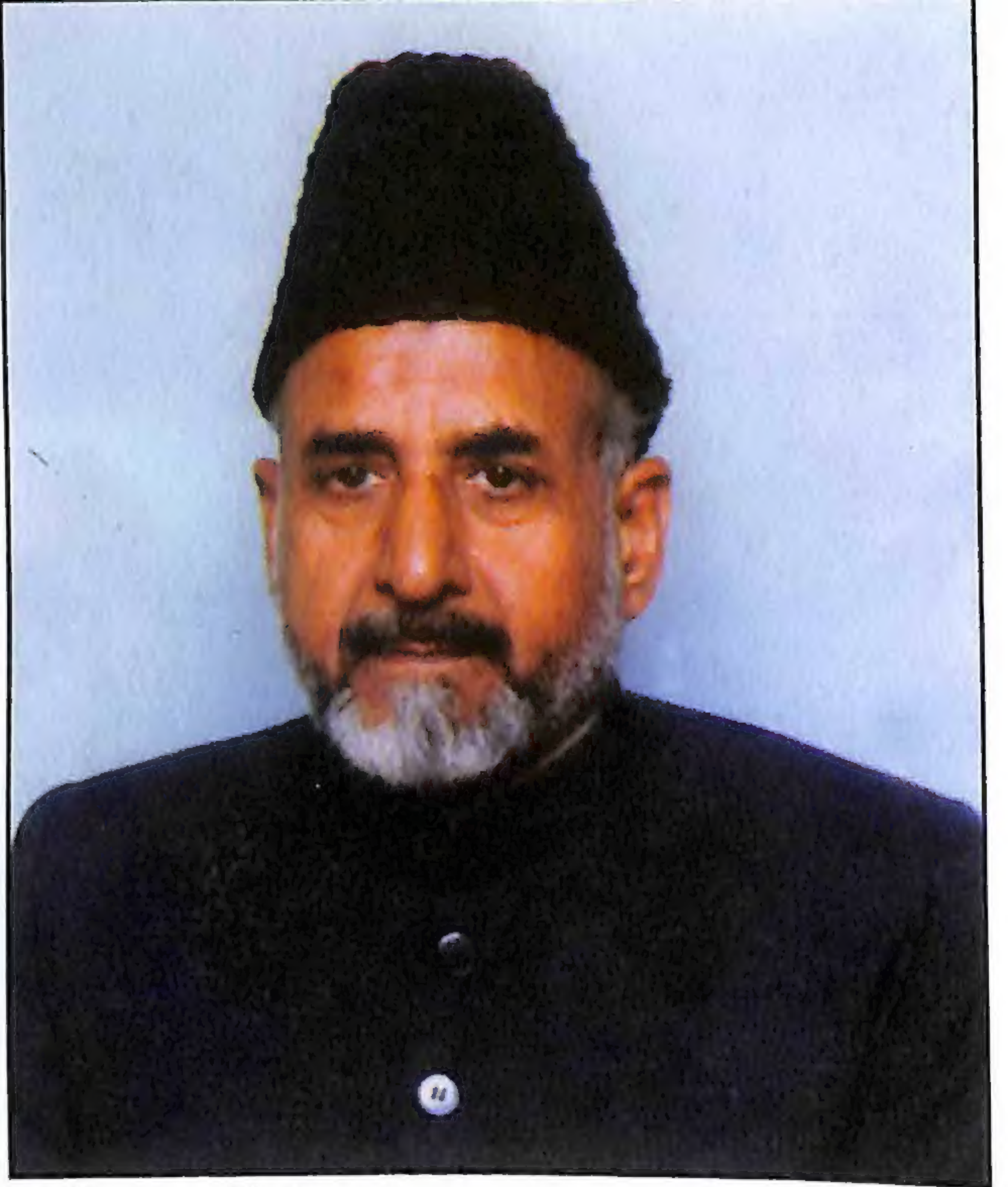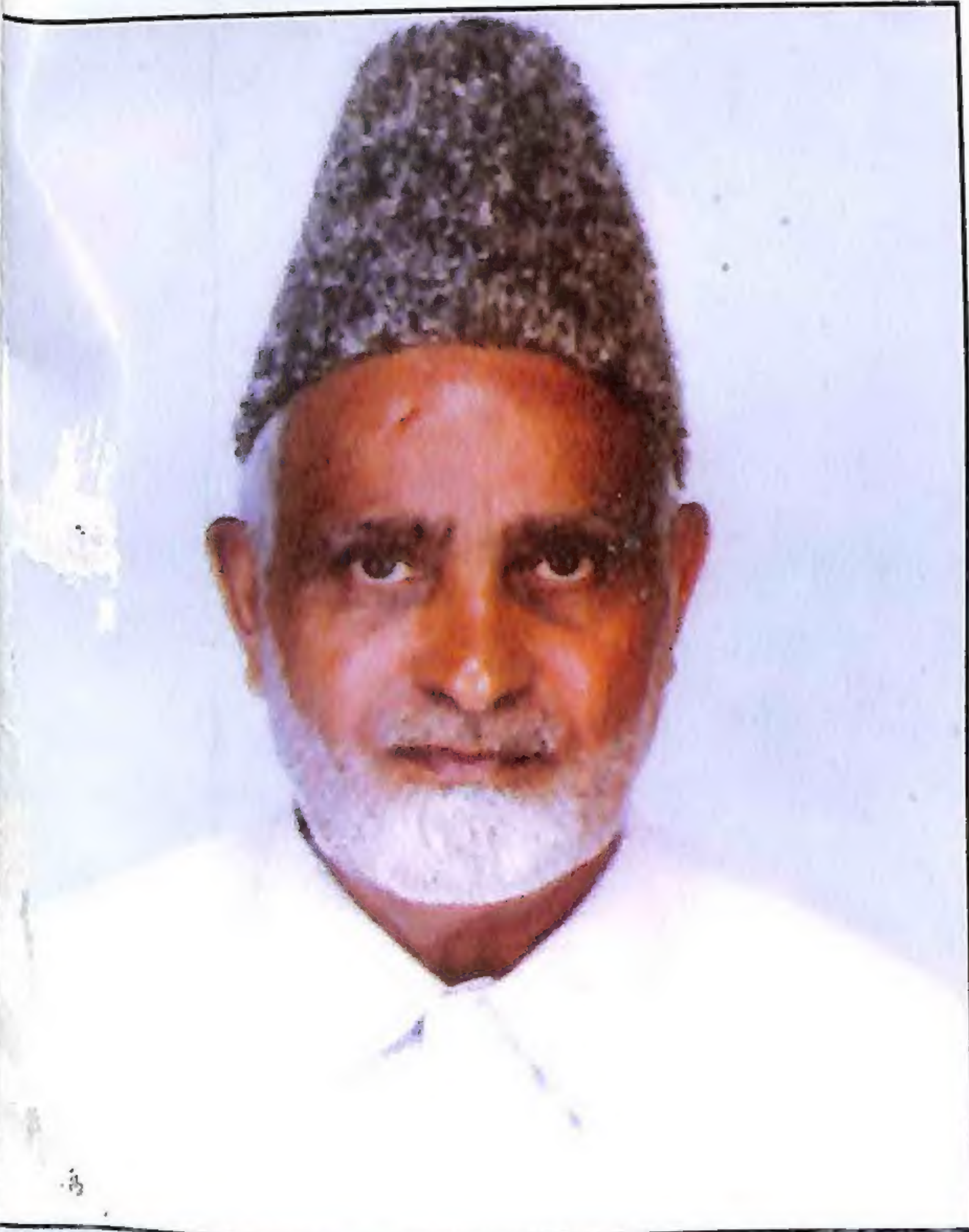
مکرم عبدالرزاق صاحب

سابق مہتمم اطفال و مہتمم صحتِ جسمانی

سابق پی ٹی آئی جامعہ احمدیہ ربوہ

تاریخ وفات 24 دسمبر 2000ء

تفصیلی حالات اس شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿صرف احمدی نوجوانوں کے لئے﴾

ماہنامہ

جلد نمبر 48 شمارہ نمبر 4

اپریل 2001ء

شہادت 1380ہش

مدیر
اسفندیار منیب

نائب
منصور احمد نور الدین
معاون
فرید احمد ناصر۔ احمد طاہر مرزا۔ میر انجم پرویز

کمپوزنگ : اقبال احمد زبیر
پبلشر : قمر احمد محمود
مینیجر : سلطان احمد خالد
پرنٹر : قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت : ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اس شمارے میں

☆ اداریہ	2
☆ سیرت النبی ﷺ	3
☆ سیرت حضرت مسیح موعودؑ	5
☆ سحر ضرور آئیگی (نظم)	7
☆ ایامُ الصلح (تعارف کتب)	9
☆ مقابلہ معلومات نمبر 3	11
☆ محترم قریشی نور الحق تنویر صاحب	13
☆ غزل	17
☆ کیلنڈر کی تاریخ	18
☆ محترم عبد الرزاق صاحب	22
☆ ایک صدی پہلے	23
☆ خواجہ میر درد	25
☆ انتخاب (مزاح)	28
☆ درخت کرۂ ارض پر ایک معجزہ	30
☆ گوشہ سائنس	32
☆ طاہر ہومیو پیتھک کلینک	37
☆ گالف (Golf)	43
☆ کمپیوٹر ڈیسک	45

قیمت 10 روپے۔ سالانہ 100

اداریہ

حقیقی روشنی

☆ مشہور بزرگ حضرت مالک بن دینار نے ایک مکان کرایہ پر لیا تو اس کے ایک طرف یہودی ہمسایہ تھا۔ اس نے آپ کو تنگ کرنے کے لئے یہ وطیرہ بنایا کہ اپنے مکان کا گند اور کوڑا اٹھا کر روزانہ حضرت مالک کے گھر پھینک دیتا مگر آپ نے کسی سے تذکرہ نہ کیا۔

کچھ عرصہ یہودی یہی شرارت کرتا رہا مگر آپ نے کوئی جوابی کارروائی نہ کی آخر ایک دن یہودی آ کر پوچھنے لگا کہ میرے اس طرح گند پھینکنے سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی؟

آپ نے فرمایا میں نے ایک برتن اور جھاڑو رکھا ہوا ہے روز صاف کر لیتا ہوں تکلیف کی کونسی بات ہے۔

یہ جواب سن کر یہودی کا دل گواہی دے اُٹھا کہ یہی سچا دین ہے جس کو ماننے والا دشمن کی ایذاء برداشت کرتا ہے مگر شکایت نہیں کرتا اور پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔

☆ سرتاج صوفیاء حضرت بایزید بسطامی کا ایک ہمسایہ آتش پرست تھا وہ ایک سفر پر گیا تو رات کو اس کا شیر خوار بچہ تاریکی کی وجہ سے روتا رہتا تھا۔ حضرت بایزید بسطامی روز چراغ اُٹھا کر اس کے گھر لے جاتے تو بچہ خاموش ہو جاتا۔

آتش پرست ہمسایہ سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے خاوند کو سارا ماجرا سنایا اس پر اس نے کہا شیخ بایزید کی طرف سے ہمیں روشنی پہنچ گئی افسوس اگر ہم اب بھی تاریکی میں رہیں۔

حضرت بسطامی کا محض بچے کے لئے چراغ لے جانا تین روحوں کو روحانی روشنی سے منور کرنے کا سبب بن گیا اور سارا گھرانہ اسلام کی آغوش میں آ گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء)

سیرت النبی ﷺ

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَ اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی (ترمذی)

(مکرم ثاقب کامران صاحب۔ کراچی)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک سفر میں وہ آنحضرتؐ کے ساتھ تھیں۔ حضورؐ اور حضرت عائشہؓ نے دوڑ میں مقابلہ کیا۔ حضرت عائشہؓ آگے بڑھ گئیں۔ لیکن ایک اور موقع پر جب کہ وہ کچھ فربہ ہوگئی تھیں۔ پھر دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس میں آنحضرتؐ آگے بڑھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! اس مقابلہ کا بدلہ اتر گیا۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد فی السبق علی الرجل)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ حنین سے واپس تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کے کمرہ کی الماری کے سامنے پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا چلی تو پردہ ہٹا۔ وہاں حضرت عائشہؓ کی کچھ گڑیاں رکھی تھیں حضورؐ نے پوچھا۔ اے عائشہؓ! یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔ یہ میری گڑیاں ہیں۔ ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا۔ جس کے کاغذ کے دو پر تھے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا یہ اس کے پر ہیں۔ حضورؐ نے کچھ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ گھوڑا اور پر؟ اس پر حضرت عائشہؓ نے معصومانہ انداز میں جواب دیا۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پر تھے؟ حضورؐ اس پر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

(ابوداؤد کتاب الادب فی اللعب بالبنات)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ عسفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔ حضورؐ کے پیچھے اونٹنی پر حضرت صفیہؓ بیٹھی تھیں اونٹنی کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہ حضورؐ کو سہارا دینے کے لئے لپکے حضورؐ نے فرمایا۔ عورت کا خیال کرو۔ ابوطلحہ یہ سن کر منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کے پاس آئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ پھر ان دونوں کے لئے سواری کو درست کیا۔ حضورؐ اور حضرت صفیہؓ اس پر سوار ہو گئے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب مایقول اذا رجع من الغزو)

ایک سفر میں حضرت عائشہؓ حضورؐ کے ہمرکاب تھیں۔ جس اونٹ پر سوار تھیں اس کو ہانکنے کی غرض سے مارنا شروع کیا۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا:

(ترجمہ) "عائشہ نرمی اختیار کرو۔ نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اُسے خوبصورت کر دیتی ہے اور جس چیز میں سے اُسے نکال لیا جائے اسے عیب دار کر دیتی ہے"۔

(صحیح مسلم کتاب البر و الصلة)

جب حدیبیہ کی صلح کے معاہدہ کے بعد حضورؐ نے قربانیاں ذبح کر دینے کا ارشاد فرمایا اور صحابہؓ مارے غم کے

دیوانے تھے۔ سنی ان سنی ہوئی۔ حضورؐ کو اس بات پر سخت قلق ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور آپ باہر تشریف لے جائیں کسی سے کچھ نہ کہیں اور اپنی قربانیاں ذبح فرما دیں اور حجام کو بلا کر اپنے سر کے بال منڈوا دیں۔ حضورؐ نے حضرت ام سلمہؓ کے مشورہ پر عمل کیا۔ صحابہ نے دیکھا تو سارے اٹھ کھڑے ہوئے۔ قربانیاں ذبح کر ڈالیں اور غم کی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے ایک دوسرے کے سر مونڈنے لگے اور غم کا اس قدر غلبہ تھا کہ راوی کہتے ہیں کہ قریب تھا کہ استرے ایک دوسرے کی گردنوں پر پھر جائیں۔

(بخاری کتاب الشروط)

حدیث میں آتا ہے کہ ایک حبشی عورت نے نذر مانی کہ اگر حضور غزوہ سے بخیریت واپس تشریف لائے تو میں حضور کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی۔ اس نے حضور سے اجازت طلب کی اور گانا شروع کیا حضور کے دوش مبارک پر حضرت عائشہؓ اپنی ٹھوڑی رکھ کر دیکھنے لگیں۔ حضورؐ بار بار حضرت عائشہؓ سے پوچھتے اَمَا شَبِعْتِ اَمَا شَبِعْتِ یعنی کیا تم سیر نہیں ہوئیں، کیا تم سیر نہیں ہوئیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں کہتی ابھی نہیں۔ اور میں اس لئے نفی میں جواب دیتی تھی تا کہ میں دیکھ سکوں کہ حضور میری کتنی دلداری فرماتے ہیں۔

(ترمذی ابواب المناقب مناقب عمرؓ)

نتیجہ مضمون نویسی۔ سہ ماہی اوّل

"خطبہ الہامیہ"

کل 130 مضامین موصول ہوئے

اوّل: مکرم محمد شکر اللہ۔ ڈسکہ سیالکوٹ

دوم: مکرم شکیل احمد ناصر۔ ناصر ہوسٹل ربوہ

سوم: مکرم احمد محمد احسن۔ فیکٹری ایریا ربوہ

چہارم: مکرم ناصر شبیر۔ دارالرحمت غربی ربوہ

پنجم: مکرم مدثر احمد۔ بیوت الحمد ربوہ

ششم: مکرم منشا داحمد نیر۔ فیصل ٹاؤن لاہور

ہفتم: مکرم محمد آصف عدیم۔ ناصر ہوسٹل ربوہ

ہشتم: مکرم مظفر احمد شہزاد۔ طاہر ہوسٹل ربوہ

نہم: مکرم طلحہ مجید۔ دارالرحمت شرقی ربوہ

دہم: مکرم عبدالہادی طارق۔ دارالصدر شرقی ربوہ

مکرم عطاء القدوس طاہر۔ فیکٹری ایریا حیدر آباد

☆☆☆

سیرت حضرت مسیح موعودؑ

عائلی زندگی ___ حسنِ معاشرت

محترمہ اُستانی سکینۃ النساء صاحبہ اہلیہ حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب نے بیان کیا کہ:۔

"ایک دفعہ (حضرت اماں جان) فرماتی تھیں کہ مَیں پہلے پہل جب دلّی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گُڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں' چنانچہ میں نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گُڑ ڈال دیا' سو وہ بالکل راب سی بن گئی؛ جب پتیلی چولھے سے اُتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے۔ اُدھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آ گئے۔ میرے چہرے کو دیکھا جو رنج اور صدمے سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے۔ پھر فرمایا نہیں یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مذاق کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گُڑ والے ہی تو مجھے پسندیدہ ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے۔

حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کہیں کہ میرا دل خوش ہو گیا"۔

(سیرت (حضرت اماں جان) حصہ اوّل صفحہ ۲۱۷)

(مکرم میر انجم پرویز صاحب)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں:۔

"مئی ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے جب کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم سے امرتسر میں مباحثہ تھا۔ ایک رات جبکہ خان محمد شاہ مرحوم کے مکان پر بڑا مجمع تھا اطراف سے بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ حضرت اس روز سردرد سے بیمار تھے۔ شام کو مشتاقانِ زیارت ہمہ تن چشم انتظار بنے ہوئے تھے۔ حضرت مجمع میں تشریف لائے۔ منشی عبدالحق صاحب لاہوری پنشنر نے (جو پہلے آپؑ سے بڑی محبت اور حُسنِ ظن رکھتے تھے' مگر بعد میں الگ ہو گئے) آپ سے آپ کی بیماری کی تکلیف پوچھی اور پھر کہا ___ آپ کا کام بہت نازک ہے اور آپ کے سر پر بھاری بوجھ ہے۔ آپ کو چاہیے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال رکھا کریں اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کے لئے ہر روز تیار ہونی چاہیے۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔ "ہاں یہ بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے' مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں مصروف رہتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پروا نہیں کرتیں"۔ اس پر منشی عبدالحق صاحب نے کہا کہ "اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رُعب پیدا نہیں کرتے۔ میرا یہ حال ہے کہ مَیں کھانے پینے کے لئے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ناممکن ہے کہ میرا حکم ٹل جائے اور

میرے کھانے کے اہتمام میں سر موفرق آ جائے ورنہ ہم دوسری طرح خبر لیں گے"۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے خیال کیا کہ یہ بات میرے محبوب آقا کے حق میں مفید ہے' اس لئے بغیر سوچ سمجھے اس کی تائید کر دی۔ حضرت اقدسؑ نے حضرت مولانا کی طرف دیکھا اور تبسم سے فرمایا: "ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہیے"۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بڑے ذکی الحس تھے وہ فرماتے ہیں: "بس خدا ہی جانتا ہے کہ میں اس مجمع میں کس قدر شرمندہ ہوا اور مجھے سخت افسوس ہوا"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ (جلد اوّل) صفحہ ۶۰ تا ۶۲)

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضور اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا:۔

"ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیے"۔

حضورؑ بہت دیر تک معاشرتِ نسواں کے بارہ میں گفتگو فرماتے رہے اور آخر پر فرمایا:۔

"میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگِ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے"۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۰۷)

سحر ضرور آئے گی

یہ لمحے انتظار کے
خیالِ بے قرار کے
جو شب کے پنجۂ ستم میں کٹ رہے ہیں دیر سے
یہ لمحے جن کی داستاں
طویل سے طویل تر
حقیقتوں کے روپ میں
عظیم سے عظیم تر
مرے دلِ فگار کے
یہ لمحے انتظار کے
خیالِ بے قرار کے
طیور جو قفس میں بال و پر کٹے اسیر ہیں
کبھی خیال وخواب میں
جو آ کے اپنے درد کی
کہانیاں سنا گئے
ہمیں بھی یاد آ گئے
وہ روز و شب بہار کے
یہ لمحے انتظار کے
خیالِ بے قرار کے
انہی کے دم سے نکہتیں ہیں گلشنِ خیال میں

نظر پہ جن کی قہر ہے
حریف سارا شہر ہے
مگر عجیب بات ہے
کہ مطمئن حیات ہے
دل و نظر سنوار کے
یہ لمحے انتظار کے
خیال بے قرار کے
لبوں سے ان کے لالیاں نہ چھن سکیں گی دوستو
کہ جن کے رنگ و روپ سے
حیات سرخرو ہوئی
وہی سحر کی روشنی
وہی جمالِ زندگی
یہ لفظ کردگار کے
یہ لمحے انتظار کے
خیالِ بے قرار کے
کوئی قفس میں جا کے اپنی آبرو بڑھا گیا
کسی کا خونِ بے گناہ
رہِ وفا سجا گیا
لہو کی بوند بوند سے

چراغِ حق جلا گیا

وہ جان اپنی وار کے

یہ لمحے انتظار کے

خیالِ بے قرار کے

نصیب دوستاں یہ امتحاں کڑا سہی مگر

یقینِ بے گمان سے

خراجِ جسم و جان سے

یہ خون رنگ لائیں گے

تو سب مٹائے جائیں گے

نشان اس غبار کے

یہ لمحے انتظار کے

خیالِ بے قرار کے

ابھی ہیں زلفِ تیرہ شب کی مستیاں عروج پر

مگر یقیں کی راہ میں

حسیں رُتوں کی چاہ میں

یہ رات ڈھل ہی جائے گی

سحر ضرور آئے گی

یہ شامِ غم گزار کے

یہ لمحے انتظار کے

خیالِ بے قرار کے

(ڈاکٹر حافظ فضل الرحمٰن بشیر صاحب - الفضل ربوہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء)

حکمت کا موتی

(مظفر احمد شہزاد - محمود آباد فارم - عمر کوٹ)

حضرت شبلی نے ایک حکیم سے کہا __ مجھے گناہوں کا مرض ہے۔ اگر اس کی دوا آپ کے پاس ہو تو عنایت کریں۔ یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چننے میں مصروف تھا۔ اس نے سر اٹھا کر شبلی سے کہا __ یہاں آؤ میں اس مرض کی دوا بتاتا ہوں۔

حیا کے پھول __ صبر و شکر کے پھل __ عجز و نیاز کی جڑ __ غم کی کونپل __ سچائی کے درخت کے پتے __ ادب کی چھال __ حُسن و اخلاق کے بیج __ یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستے میں کوٹنا شروع کر دو۔ اور اشکِ پشیمانی روزانہ اس میں ملاتے رہو۔ ان سب دواؤں کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولھے پر پکاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبانی ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا، جس وقت تیار ہو کر اترے تو خوفِ خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔ جب حضرت شبلی نے سر اُٹھا کر دیکھا تو وہ شخص غائب تھا۔

☆☆☆☆☆

ایام الصلح

(مکرم عبدالحق صاحب بدر)

یہ کتاب روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ کے صفحہ نمبر ۲۲۷ تا صفحہ نمبر ۴۲۶ کل ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

سن تصنیف واشاعت

یہ کتاب اگست ۱۸۹۸ء میں تیار ہو چکی تھی۔ اس کا فارسی ترجمہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے کیا۔ یہ کتاب جنوری ۱۸۹۹ء میں منظر عام پر آئی۔

وجہ تسمیہ

اس کتاب کا نام ایام الصلح رکھنے کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی:۔

''سلامتی اور امن کے ساتھ حق اور توحید اور صدق اور ایمان کی ترقی ہوگی اور عداوتیں اٹھ جائیں گی اور صلح کے ایام آئیں گے تب دنیا کا آخیر ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب کا نام ایام الصلح رکھا''۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۲۸۶)

کتاب کی اہمیت

نہایت شاندار اور اہم کتاب ہے۔ اس کی اہمیت آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے۔ فرمایا:

''بالآخر میں ناظرین کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس کتاب کو سرسری نظر سے نہ دیکھیں۔ میں نے ان کو وہ پیغام پہنچایا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میں نے سب پر حجت پوری کر دی ہے''۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۴۲۴)

نفس مضمون

حضرت مسیح موعود نے مورخہ ۴ فروری ۱۸۹۸ء کو طاعون کے بارہ میں اشتہار دیا تو بعض نے یہ اعتراض کیا کہ لوگوں کو اوّل یہ بتانا کہ طاعون سے بچاؤ کے لئے فلاں تدبیر یا دوا ہے اور پھر یہ کہنا کہ شامت اعمال سے یہ مرض پھیلتی ہے' ان دونوں میں اختلاف ہے۔

اس کتاب کے شروع میں آپ نے اس اعتراض کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔ نیز دعا اور تدبیر اور تدبیر اور تقدیر کا فلسفہ اور ان میں باہمی موافقت اور اجابت دعا کی حقیقت اور فرضیت دعا کے اسباب اور یہ کہ دنیا کی تمام حکمتیں دعا سے ظاہر ہوئیں' ان امور پر محققانہ اور حکیمانہ روشنی ڈالی ہے۔

علاوہ ازیں سورہ فاتحہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے

اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت سے دعا کی ضرورت اور اس کے ثمرات اور فیوض کے یقینی ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ اور اپنے دعاوی کی صداقت پر نہایت مدلل اور موثر پیرائے میں بحث کی ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''کیا ممکن ہے کہ کوئی خدا پر جھوٹ باندھے اور پھر اس کے دستِ قہر سے بچ رہے۔ خدا جھوٹوں کو ہلاک کرے گا اور وہ جو اپنے دل سے باتیں بناتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کا الہام ہے وہ ہلاک کئے جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے دلیری کر کے خدا پر بہتان باندھا۔ راستبازوں کے لئے بھی دن مقرر ہیں اور جھوٹے مفتریوں کے لئے بھی وقت مقرر کئے گئے ہیں۔ جب وہ وقت آئیں گے تو خدا تعالیٰ دکھا دے گا کہ کس نے شوخی سے باتیں کیں اور کس نے روح القدس کی آواز کی پیروی کی۔ خدا کی باتوں کو خدائی نشانوں سے شناخت کرو گے۔ سچائی پوشیدہ نہیں رہے گی اور نہ باطل مخفی رہے گا۔ وہ خدا جو ہمیشہ اپنے تئیں ظاہر کرتا رہا ہے وہ اب بھی دکھلائیگا کہ وہ ان کے ساتھ ہے جو واقعی طور پر اس سے ڈرتے اور نیکی اور پرہیز گاری کی راہوں کو اختیار کرتے ہیں''۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۳۴۱)

مشکل الفاظ کے معنی

زِندیق	بے دین، کافر، ملحد
آفرِینش	پیدائش، مخلوق، عدم سے وجود میں آنا
اُولُو الاَبصار	صاحب بصیرت، صاحبان نظر، دانا
اَباطِیل	ناحق یا غلط بات
اِستِخفاف	خفت، توہین، تذلیل
اِنشِراحِ صَدر	سینے کا کھلنا، دل کا مطمئن ہو جانا
مُنجِی	نجات دینے والا
تَہِیدَست	خالی ہاتھ، مفلس، نادار
اَکاذِیب	کذب کی جمع، جھوٹی باتیں
عُفُونَت	گندگی، بو
فِردَوسِ اَعلیٰ	جنت کا اعلیٰ مرتبہ
تَناقُض	ایک دوسرے کی ضد یا مخالف ہونا، اختلاف
گُم گَشتہ	بھولا ہوا، گمراہ
مِلَلِ باطِلَہ	جھوٹے مذاہب، ملل: ملت کی جمع ہے
گَوسالَہ پَرَستی	بچھڑے کی پوجا
زُود رَنجی	رنجیدگی، ناراضگی، جلدی ناراض ہونا
تَلَوُّن مِزاجی	غیر مستقل مزاجی، جلد بدل جانا
خَسِیس	کمینہ، رذیل

(بحوالہ اُردو لغت۔ فرہنگ آصفیہ)

(شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

☆☆☆

مقابلہ معلومات (نمبر۳)

① ریویو آف ریلیجنز کیا ہے؟

② سیف اللہ کا لقب کن کو دیا گیا؟

③ حضرت عباسؓ کا حضورﷺ سے کیا رشتہ تھا؟

④ C.A کس کا مخفف ہے؟

⑤ ربوہ میں چوک یادگار کن کی نسبت سے مشہور ہے؟

⑥ امریکہ کس نے دریافت کیا؟

⑦ کرکٹ کس ملک کا قومی کھیل ہے؟

⑧ سقراط اور افلاطون کا آپس میں کیا رشتہ تھا؟

⑨ خدام الاحمدیہ کی مرکزی عاملہ کے اراکین کیا کہلاتے ہیں؟

⑩ کس کا شعر ہے مکمل کریں؟

ہم کہ ٹھہرے اجنبی اتنی ملاقاتوں کے بعد

☆ ☆ ☆

☆ جوابات 30 اپریل 2001ء تک ایوانِ محمود ربوہ کے پتہ پر بھجوادیں۔ درست جواب بھیجنے والے پہلے پانچ احباب کو انعام دیا جائے گا۔

درست جوابات

مقابلہ معلومات نمبر (۱)

فروری 2001ء

۱۔ بنوامیہ ۲۔ حضرت مصلح موعود ۳۔ مقدونیہ ۴۔ ایک تصویر ۵۔ فرانس ۶۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ۷۔ 38 ‘ ۸۔ جنگ عظیم اوّل ۹۔ ہندوستان ۱۰۔ مرزا اسد اللہ غالب ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''۔

نتیجہ مقابلہ معلومات نمبر (۱)

۲۸ فروری تک آمدہ جوابات میں سے انعام کے حق دار 5 خوش نصیب خدام درج ذیل ہیں۔

1- مکرم الطاف محمود صاحب' طاہر آباد ربوہ (بغیر کسی غلطی کے)

2- مکرم خالد محمود احمد مجوکہ صاحب' دار الرحمت غربی ربوہ (ایک غلطی)

3- مکرم ناصر محمود جٹ صاحب' طاہر آباد ربوہ (2 غلطیاں)

4- مکرم محمود احمد منیر صاحب' دار العلوم غربی ربوہ (2 غلطیاں)

5- مکرم مجاہد احمد صاحب' چک نمبر 27/ج ب فیصل آباد (3 غلطیاں)

☆☆☆

یوم تحریک جدید ۶ اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک

مجلس مشاورت ۱۹۹۱ء کے فیصلہ کہ "چندہ کے علاوہ دیگر مطالبات کے لئے سال میں کم از کم دو مرتبہ "یوم تحریک جدید" منانے کا اہتمام کیا جائے" کی تعمیل میں امراء وصدر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ سال رواں کا پہلا "یوم تحریک جدید" ۶ اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک منایا جارہا ہے جس میں احباب جماعت کو مطالبات تحریک جدید کی طرف خصوصی توجہ دلائی جائے۔ اس موقع پر اپنی سہولت اور حالات کے مطابق جلسے منعقد کر کے مطالبات کی اہمیت احباب پر واضح کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

خطبات جمعہ میں تحریک جدید کے مطالبات اور ان کی حکمت عملی بیان کی جائے۔ اس دن خصوصیت کے ساتھ تحریک جدید کے ذریعہ جماعت پر ہونے والے انعامات وافضال الٰہیہ کا احباب کے سامنے ذکر کیا جائے۔

اس دن حسب ذیل چند مطالبات تحریک جدید پر خصوصی روشنی ڈالی جائے۔

۱۔ احباب سادہ زندگی بسر کریں۔ لباس کھانے اور رہائش میں سادگی اختیار کریں۔
۲۔ والدین اپنی اولاد کو خدمت دین کیلئے وقف کریں۔
۳۔ نوجوان اور پنشنز احباب دین کیلئے زندگیاں وقف کریں۔
۴۔ رخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں۔
۵۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔
۶۔ جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا کام جو بھی مل سکے کر لیں۔
۷۔ قومی دیانت کا قیام کریں۔
۸۔ حسب استطاعت مالی قربانی کرنے کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلائی جائے۔
۹۔ مقاصد تحریک جدید کیلئے خاص دعا کریں۔

نوٹ: اگر کسی وجہ سے ۶ اپریل کو یوم تحریک جدید نہ منایا جاسکتا ہو تو جماعتی فیصلہ کے تحت اپنی سہولت اور حالات کے مطابق کسی بھی مناسب تاریخ کو "یوم تحریک جدید" منایا جائے اور اس کی رپورٹ سے دفتر کو مطلع فرمائیں۔

وکیل الدیوان

تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ

"بے لوث 'شریف النفس خادم دین"

محترم قریشی نورالحق تنویر صاحب

(مکرم راجہ برہان احمد طالع صاحب)

محترم قریشی نورالحق تنویر صاحب قائمقام پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ اور سابق نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ مورخہ 6 فروری 2001ء کو شام 4 بجے بعمر 69 سال شیخ زید ہسپتال لاہور میں وفات پا گئے۔ اگلے دن آپ کی نماز جنازہ مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ تدفین بہشتی مقبرہ میں عمل میں آئی۔

حالاتِ زندگی

آپ ۳ ستمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام قریشی سراج الحق پٹیالوی تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی رفقاء میں سے تھے۔ آپ نے ۱۸۹۴ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سورج چاند گرہن کے عظیم الشان نشان کے نتیجہ میں کی۔ نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ جماعت احمدیہ پٹیالہ کے لمبے عرصہ تک سیکرٹری مال اور امیر جماعت رہے۔ نومبر ۱۹۵۴ء کو اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے آپ کا انتقال ہوا۔ آپ موصی تھے اس لئے آپ کا جنازہ لاہور سے ربوہ لایا گیا جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور یکم دسمبر کو آپ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

محترم قریشی نورالحق تنویر صاحب کی والدہ محترمہ کا نام محمودہ بیگم صاحبہ تھا۔ آپ سہارنپور کی رہنے والی تھیں۔ آپ نہایت نیک اور دُعا گو خاتون تھیں۔ قریشی صاحب کے بچپن میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

آپ کے والدِ محترم کی پہلی اہلیہ محترمہ سے تین بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

محمدی بیگم صاحبہ' اصغری بیگم صاحبہ اور امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ۔ دوسری اہلیہ محترمہ سے رشیدہ بیگم صاحبہ' شمس الحق صاحب اور نورالحق صاحب تنویر ہیں ان تمام میں صرف امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ حیات ہیں۔

محترم قریشی صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ شروع ہی سے مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ سے وابستہ رہے۔ آپ کو جن بزرگ اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری
۲۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری
۳۔ حضرت مولانا صوفی غلام محمد صاحب
۴۔ حضرت خان ارجمند خان صاحب

۱۹۴۵ء میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں جامعۃ المبشرین سے ''شاہد'' کی ڈگری حاصل کی۔ اسی طرح پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل رہا کہ آپ جامعۃ المبشرین میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ہم جماعت تھے۔ (اُس وقت جامعۃ المبشرین کا کورس دو سال کا ہوتا تھا) ۱۲ اپریل ۱۹۵۶ء کو تحریک جدید کی طرف سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مصر بھجوایا گیا۔ جہاں آپ نے ۱۹۶۲ء میں قاہرہ یونیورسٹی سے عربی ادب میں ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ مصر سے واپس آ کر جامعہ احمدیہ میں عربی ادب کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے لگے۔

علمی اعزاز

آپ کے مصر میں قیام کے دوران حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

''آپ کا خط ملا۔ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کو غیر معمولی حالات میں داخلہ مل گیا ہے۔ اب اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا آپ کا کام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیساتھ خدا کا وعدہ ہے کہ حضور کے سچے متبع اپنے علم وعرفان اور براہین سے سب پر فوقیت لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ مضمون بے شک الادب القصصی والا اختیار کریں، مگر خوب محنت اور تحقیق سے لکھیں اور سمندر میں غوطے لگا کر نئے موتی نکالیں.........''۔

محترم قریشی نورالحق تنویر صاحب نے آپ کی اس نصیحت پر بھرپور عمل کیا جس کا ثبوت آپ کا وہ عظیم ادبی اور تحقیقی مقالہ ہے جو آپ نے مصر میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے لکھا۔ اس پر آپ کو گولڈ میڈل ملا۔ آپ وہ پہلے پاکستانی تھے جن کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ آپ کے مقالے کا عنوان:۔ **امثال القرآن و اثرها في الادب العربي الى القرن الثالث الهجري** ۔(قرآنی امثال اور ان کا تیسری صدی ہجری تک کے عربی ادب پر اثر) تھا۔

قریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل یہ تحقیقی مقالہ آپ کی محنت شاقہ اور علمی قابلیت کا ثبوت ہے۔ یہ مقالہ جامعہ احمدیہ کی لائبریری میں بھی استفادہ کے لئے موجود ہے۔

کھیل اور سیر کی عادت

آپ اپنے تعلیمی دور میں کھیلوں میں بھی بھرپور حصہ لیتے تھے۔ والی بال کے بہترین کھلاڑی ہونے کے علاوہ آپ فٹ بال اور کبڈی بھی کھیلتے رہے۔ روزانہ نماز فجر کے بعد سیر کرنا آپ کا معمول تھا۔ سیر کے بعد ورزش بھی کرتے تھے۔ یہ معمول آپ کا آخری عمر تک جاری رہا۔

علاوہ ازیں آپ کو ہائیکنگ کا بہت شوق تھا۔ آپ

نے مختلف اوقات میں پاکستان کے بیشتر حصوں کی سیر کی۔

آپ کو پرفضا مقامات سے اس قدر لگاؤ تھا کہ اپنی عمر کے آخری سال میں بھی آپ اہل خانہ کو ساتھ لے کر مری کی سیر کے لئے گئے۔ آپ کی اہلیہ کا کہنا ہے کہ آپ وہاں قیام کے دوران اکثر چہل قدمی کے لئے مری کے پُرفضا ماحول میں نکل جایا کرتے تھے اور قریباً ایک ایک گھنٹہ کے بعد واپس آیا کرتے تھے۔

شادی

آپ کا نکاح ۲۳ اپریل ۱۹۶۴ء کو محترمہ طاہرہ صاحبہ بنت کیپٹن ڈاکٹر محمد رمضان صاحب سے ہوا اور شادی ۲۹ مارچ ۱۹۶۵ء کو ہوئی۔ بارات محترم میر داؤد احمد صاحب کی سربراہی میں گئی تھی۔

خدماتِ سلسلہ

جامعہ احمدیہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ ایک لمبا عرصہ قاضی سلسلہ کی حیثیت سے بھی خدمات بجالاتے رہے۔ آپ نے اس ذمہ داری کو کمال جانفشانی اور تندہی کے ساتھ ادا کیا۔

علاوہ ازیں آپ اپنے محلّہ دارالرحمت شرقی الف کے صدر کی حیثیت سے ۱۶ سال کے طویل عرصہ تک خدمات بجالاتے رہے۔ آپ بہت زیرک، معاملہ فہم، دھیمے مزاج کے حامل اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ انہیں خوبیوں کی وجہ سے آپ نے تادم آخر خدمت کی توفیق پائی۔

آپ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سالہا سال تک بطور ناظم اجرائے پرچی خوراک مقرر ہوتے رہے اور نہایت خوش اسلوبی اور لگن اور دیانتداری کے ساتھ اس فرض کو ادا کرتے رہے۔ ۱۹۴۷ء کے پُرآشوب دور میں قادیان کی حفاظت کے دوران منارۃ المسیح پر ڈیوٹی دیتے رہے اور اسی طرح فرقان فورس میں شامل ہو کر ملکی دفاع کا مقدس فریضہ بھی سرانجام دیا۔

جامعہ احمدیہ میں خدمات

۱۹۴۵ء سے ۲۰۰۱ء تک مصر میں قیام کے علاوہ محترم قریشی صاحب نے اپنی زندگی کے ۶۹ سالوں میں سے ۵۰ طویل سال جامعہ احمدیہ کی خدمت کرتے ہوئے گزارے ہیں۔ ۶۲ء میں آپ کا تقرر جامعہ احمدیہ میں بطور استاد ہوا اور پھر آخر وقت تک آپ جامعہ احمدیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

جامعہ احمدیہ میں عربی کی تدریس کے علاوہ آپ مختلف وقتوں میں سپرنٹنڈنٹ ناصر ہوسٹل، ناظم امتحانات، صدر شعبہ عربی، انچارج ہائیکنگ، نائب پرنسپل ایسے اہم عہدوں پر فائز رہے اور ایک لمبے عرصہ سے جامعہ کے مالی معاملات بھی آپ ہی کے سپرد تھے۔ گذشتہ سال سے قائمقام پرنسپل جامعہ احمدیہ کے طور پر بھی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

خدام الاحمدیہ میں خدمات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں محترم قریشی صاحب نے قریباً ۱۲ سال تک غیر معمولی کام کرنے کی توفیق پائی۔ آپ

۵۵۔۱۹۵۴ء میں پہلی دفعہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بطور مہتمم تنفیذ شامل ہوئے۔ مصر جانے کے عرصہ کے سوا آپ کو مختلف اوقات میں معتمد، مہتمم تعلیم، مہتمم تجنید اور مہتمم اصلاح وارشاد کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔۶۹۔۱۹۶۸ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت کے دوران آپ نائب صدر دوم بھی رہے۔

آپ کا خاندان

آپ کی اہلیہ محترمہ طاہرہ تنویر صاحبہ ہیں اور اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔محترم فرحان قریشی صاحب۔ ایم بی اے کے بعد مزید تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔
۲۔محترمہ عابدہ ندیم صاحبہ اہلیہ محترم ندیم شمس صاحب کراچی۔
۳۔محترمہ ہدیٰ مسعود صاحبہ اہلیہ محترم مسعود احمد ناصر صاحب کینیڈا۔
۴۔محترمہ ہما تنویر صاحبہ اہلیہ محترم رفیق احمد بخاری صاحب سیالکوٹ۔
۵۔محترمہ عائشہ حنا صاحبہ (محترم کامران رشید صاحب مقیم کینیڈا سے ان کا نکاح ہو چکا ہے)

آپ کے ایک بیٹے اور چار بیٹیوں کے ساتھ ساتھ وہ سینکڑوں طلبہ بھی آپ کی روحانی اولاد میں شامل ہیں جو پاکستان اور دُنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (جامعہ احمدیہ کے سٹاف کا بھاری حصہ آپ کے شاگردوں پر مشتمل ہے۔) جن کے دلوں میں محترم تنویر صاحب کی محبت اور شفقت بھرے انداز کے بے شمار پہلو، مسلسل اور خاموش محنت کا جذبہ اور لطیف مزاح کے لاتعداد واقعات دلوں پر نقش ہیں۔ محبت اور شفقت پر مبنی یہ یادیں اب محترم تنویر صاحب کے لئے ہمیشہ دعاؤں کا رنگ اختیار کر جایا کریں گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آپ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اس خراج تحسین اور دعائیہ کلمات کے ساتھ اس مضمون کو ختم کرتے ہیں، جو آپ نے محترم تنویر صاحب کی وفات پر پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ کے نام فیکس میں ارشاد فرمائے:۔

"اللہ تعالیٰ جماعت کو اس بے لوث، شریف النفس خادم دین کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

"بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر"

غزل

تُو جو مدِّ نظر نہیں ہوتا
مرحلہ کوئی سر نہیں ہوتا
چاند سورج نظر نہیں آتے
تو اگر جلوہ گر نہیں ہوتا
گر ترے نام سے نہ ہو نسبت
کوئی بھی نامور نہیں ہوتا
تیری درگاہ سے نکالا ہوا
معتبر ، معتبر نہیں ہوتا
قافلے لے چلا ہوں یادوں کے
مجھ سے تنہا سفر نہیں ہوتا
وصل کیوں دُور دُور ہونے لگا
ہجر کیوں مختصر نہیں ہوتا
بیت جاتے ہیں ماہ و سال ، مگر
ایک لمحہ بسر نہیں ہوتا
کتنی ویران ہو کے رہ جاتی
آنکھ میں اشک گر نہیں ہوتا
ناتواں گردِ راہ ہو جائے
تُو اگر ہمسفر نہیں ہوتا
تو نہ ہوتا اگر تماشائی
میں کبھی دار پہ نہیں ہوتا
آنسوؤں کی زبان بھی ہے ندیم
لفظ ہی نامہ بر نہیں ہوتا

(مکرم محمد طاہر ندیم صاحب۔ ربوہ)

کیلنڈر کی تاریخ

(مکرم مرزا ناصر انعام صاحب۔ ربوہ)

کیلنڈر کا مقصد وقت کا پہلے سے تعین کر لینا ہے تاکہ ہمیں یہ پتہ چل سکے کہ کسی واقعہ میں کتنے دن باقی ہیں' جیسے مذہبی تہوار یا فصل کے کٹنے پر ہونے والے جشن وغیرہ۔ دنیا کے قدیم ترین کیلنڈر ایک تو ادھورے ہوتے تھے دوسرے ان کے تشکیل دیئے جانے پر اس جگہ کے جغرافیائی حالات کا خاص اثر ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر سکینڈے نیوین ممالک میں جہاں آب و ہوا مختلف موسموں میں نمایاں طور پر تقسیم کی جاسکتی ہے' نئے سال کا تعین موسموں سے ہوتا تھا۔ جیسے موسم سرما کا اختتام۔ کہا جاتا ہے کہ عیسائیت قبول کرنے سے پہلے ناروے کے باشندے اپنے سال کو دس مہینوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ان میں سے ہر مہینہ تیس دنوں پر مشتمل ہوتا تھا' جبکہ نسبتاً گرم ملکوں میں جہاں سال کو مختلف موسموں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا' دنوں کے شمار کے لیے چاند سے مدد لی جاتی رہی۔ اسی طرح یہودیوں کی کتابوں میں یہ درج ہے کہ "چاند کو دنوں کے شمار کے لیے تخلیق کیا گیا ہے"۔ تمام کے تمام قدیم ترین کیلنڈر جو ابھی تک دستیاب ہو سکے ہیں ان میں پہلی کے چاند کے طلوع ہونے سے لے کر دوبارہ اُس چاند کے ظہور تک کے وقت کو بنیاد بنایا گیا ہے اور اس عرصہ کو تقمیر (Lunation) کہا جاتا ہے مگر گرم آب و ہوا کے خطوں میں جہاں کہیں سالانہ تہوار منائے جاتے ہیں وہاں چاند کی مختلف تشکلات کو نہیں دیکھا جاتا۔ جیسے بعض علاقوں میں برسات کے موسم سے سال کا آغاز ہوتا تھا۔ مصر میں دریائے نیل میں سیلاب کے آنے کے وقت جشن منایا جاتا تھا اور نیا سال یوں شروع ہوتا تھا۔ چنانچہ روزمرہ کی آسانی کے لیے چاند کی تاریخوں کی پیروی کی جاتی تھی' جبکہ سالانہ تہواروں کو کسی اور طرح سے منایا جاتا تھا۔

اسیریینز (Assyrians) کیلنڈر کی بنیاد بھی چاند کی مختلف تشکلات پر تھی۔ مہینے کا آغاز ہلال کے نظر آنے پر کیا جاتا تھا۔ چونکہ پہلی کا چاند شام کو بھی نظر آتا تھا اس لیے نئے دن کا آغاز سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔ اسیریینز (Assyrians) جانتے تھے کہ ایک تقمیری عرصہ ساڑھے انتیس دنوں پر مشتمل ہے' اس لیے ایک قمری سال 354 دنوں کا ہوگا۔ یعنی شمسی سال سے 11 دن چھوٹا۔ اس وجہ سے ہر تین سال کے بعد اس کیلنڈر میں 33 دنوں کا فرق رہ جاتا تھا۔ جو کہ ایک تقمیری عرصہ سے کچھ زائد بنتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ اسیریینز (Assyrians) کچھ عرصہ کے بعد اپنے سال میں ایک مہینہ بڑھا لیا کرتے تھے' مگر ابھی تک یہ واضح نہیں ہوسکا کہ آیا اس کے لیے انہوں نے کوئی قوانین مقرر کیے ہوئے تھے یا یونہی مذہبی راہنما ایسا کرنے کا حکم دے دیا کرتے تھے۔ ان کے مطابق اگر ہر تیسرے سال کو 12 تقمیروں کی بجائے 13 تقمیروں پر مشتمل قرار دے دیا

جائے۔ تو تین سال کا عرصہ 1091.5 دنوں پر مشتمل ہوگا جس میں شمسی حساب سے 4 دنوں کا فرق رہ جاتا ہے۔ اس طرح ایک صدی میں تقریباً 133 دن یا 4 قمری مہینے زائد کرنے پڑتے ہیں۔

گو اب ہمیں یہ معلوم ہے کہ مندرجہ بالا کیلنڈر کو اپناتے ہوئے 8 سال کے عرصہ میں سے 5 سال 12 مہینوں کے ہوں گے جب کہ 3 سال 13 مہینوں کے اور اس طرح سے ایک صدی میں صرف 20 دنوں کا فرق پڑے گا مگر ہم یہ نہیں جانتے کہ ایسا کیلنڈر کبھی مسلسل استعمال میں رہا یا نہیں۔ قرون اولیٰ میں شمسی اور قمری مہینوں کے اس فرق کو دور کرنے کے لیے تاریخ میں ایک قانون کا ذکر ملتا ہے جس میں کیلنڈر 19 سالہ دور میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ان 19 سالوں میں سے 7 سال 13 مہینوں پر مشتمل تھے۔ اس حساب سے 19 سالوں کے 235 مہینے بنے۔ یہ 29.5 دنوں کے قمری عرصہ کے حساب سے 6932.5 دن بنتے ہیں جبکہ 19 شمسی سال 6939.7 دنوں کے برابر ہیں۔ یعنی ہر 19 سالہ دور میں لگ بھگ ایک ہفتہ جبکہ ایک صدی میں تقریباً 5 ہفتوں کا فرق پڑتا ہے چنانچہ ہر 19 سالہ دور میں یہ فرق دور کرنا پڑتا تھا اور اسی طرز پر یہودیوں کے مذہبی کیلنڈر کی بنیاد رکھی گئی۔ عربوں نے بھی شروع میں یہی کیلنڈر اپنایا مگر بعد میں آنحضرت ﷺ نے 12 مہینوں کو 13 مہینوں میں تبدیل کرنے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ اسلامی کیلنڈر میں آج بھی قمری سال 354 دنوں کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تمام اسلامی تہوار ایک صدی میں کم از کم تین دفعہ تمام مختلف موسم دیکھ لیتے ہیں۔

جب رومی لوگ دنیا میں بڑی طاقت بن کر اُبھرے تو وہ بھی کیلنڈر کی ان مشکلات اور پیچیدگیوں سے آگاہ تھے مگر مشکل یہ تھی کہ توہم پرستی کے نتیجے میں رومی جفت اعداد کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے ان کے بالعموم مہینے 29 یا 31 دنوں کے ہوتے تھے سوائے فروری کے مہینے کے جو 28 دنوں پر مشتمل تھا مگر 31 دنوں کے 4 مہینے، 29 دنوں کے 7 مہینے اور 28 دنوں کا ایک مہینہ۔ ان سب مہینوں کے دنوں کی کل تعداد 355 دن بنتی تھی۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لیے رومی لوگوں نے ایک اور مہینے کی بنیاد ڈالی جسے مرسی ڈونیس (Mercedonius) کا نام دیا گیا۔ ہر دوسرے سال اس مہینہ کو سال میں جمع کر دیا جاتا تھا۔ لیکن مرسی ڈونیس (Mercedonius) کی تبدیلی کے باوجود رومی کیلنڈر میں اتنا فرق تھا کہ سیزر (Caesar) نے ایک ماہر فلکیات سوساجینز (Sosigenes) کے مشورے پر 45 ق م میں اس میں غیر معمولی اصلاحات کا حکم دیا جس کی رو سے اس سال کو 445 دنوں پر مشتمل قرار دے دیا گیا۔ اس شاہی فرمان کے نتیجے میں اس کیلنڈر کی موسموں سے مطابقت ہوگئی جس کے بعد سے شمسی سال (جو 365 دن اور 6 گھنٹوں پر مشتمل تھا) پر اس کیلنڈر کی ازسرنو بنیاد رکھی گئی۔ مہینے 30 یا 31 دنوں کے ہوتے تھے جبکہ 6 گھنٹوں کے فرق کو دور کرنے کے لیے ہر چوتھے سال کو 366 دنوں کا قرار دے دیا گیا۔ مزید برآں سیزر (Caesar) نے یہ فرمان بھی جاری کیا کہ آئندہ سے سال کا آغاز موسم بہار میں مارچ کی بجائے جنوری کے مہینے سے ہوا کرے گا۔ چنانچہ جولیس سیزر کے نام پر اس کیلنڈر

کو جولین کیلنڈر (Julian Calender) کہا جاتا ہے اور یہ اب بھی مشرقی کلیساؤں میں رائج کیلنڈر ہے۔ گو اس کیلنڈر میں بھی ساڑھے گیارہ منٹ کی غلطی رہ گئی تھی۔ دراصل ایک سال کی مدت اس کیلنڈر کے سال سے ساڑھے گیارہ منٹ کم ہوتی ہے اور کئی صدیوں پر محیط عرصے میں یہ معمولی سا فرق بھی جمع ہو کر آہستہ آہستہ اس کیلنڈر کو بھی مشکوک بنا سکتا ہے۔

پھر گو سیزر نے موسم بہار کا وہ دن جب سورج خطِ استوا کے عین اوپر ہوتا ہے (Vernal Equinox) اُس سے سال کے آغاز کی مناہی کر دی مگر پھر بھی یہ اتنا اہم مظہر قدرت تھا جسے لوگ نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ برطانیہ کے مشہور فلاسفر اور سائنسدان روجر بیکن (Roger Bacon)(1214-1294) نے اس وقت کے پوپ کلیمنٹ چہارم (Clement 4th) کی خدمت میں ایک یادداشت بھیجی جس پر کوئی توجہ نہ دی گئی مگر بعد میں پوپ سکسٹس (Sixtus) چہارم نے (جس نے 1471ء سے 1484ء تک راہنمائی کی) اس کیلنڈر میں نئی اصلاحات کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ایک جرمن ماہر فلکیات ریگومونٹینس (Regiomontanus) کو روم بلا بھیجا۔ ریگومونٹینس 1475ء میں روم پہنچا مگر بدقسمتی سے اسی سال طاعون کی وبا کا شکار ہو گیا اور یوں اس کی موت کے ساتھ اصلاحات کا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا۔

اس واقعہ سے قریباً ایک صدی کے بعد 1545ء میں ٹرینٹ کی کونسل نے اس وقت کے پوپ پال سوئم کو کیلنڈر میں ایک بار پھر اصلاحات کرنے کا مشورہ دیا۔ اس بار فلکیات اور حساب سے متعلق زیادہ تر کام کرسٹوفر کلیوئس ایس جے (Cristopher Clavius.S.J) نامی پادری نے سرانجام دیا۔ کرسٹوفر کلیوئس ایس جے کے مشورہ پر پوپ گریگوری ہشتم (Gregory 8th) نے یہ حکم نامہ جاری کیا کہ جمعرات 4 اکتوبر جولین کیلنڈر کا آخری دن ہوگا جبکہ اگلے دن جو جمعہ کا دن تھا تاریخ 15 اکتوبر کہلائے گی۔ اس فیصلہ کے ذریعہ سے گزشتہ صدیوں کے فرق کو دور کیا گیا۔ جبکہ مستقبل میں اس کیلنڈر کو غلطی سے پاک رکھنے کے لیے ویٹیکن کے لائبریرین Aloysius Giglio کے پیش کردہ فارمولے کو اپنایا گیا جس کے مطابق ہر چوتھا سال لیپ (Leap) کا سال ہوگا۔ سوائے اس کے کہ وہ صدی کا شروع ہو جیسے 1700 یا 1800۔ صدی کے سال صرف اسی صورت میں لیپ کے سال ہو سکتے ہیں جبکہ وہ 400 پر تقسیم ہو سکیں۔ اس فارمولہ کے ذریعے سے 4 صدیوں میں سے 3 لیپ سال ختم کر دیئے گئے۔ جس وجہ سے یہ کیلنڈر تقریباً اغلاط سے پاک ہو جاتا ہے۔ بدقسمتی سے تمام پروٹسٹنٹ شہزادے 1582ء تک پاپائے روم گریگوری ہشتم کی طرف سے جاری کیے جانے والے اس کیلنڈر کو نظر انداز کرتے ہوئے جولین کیلنڈر کی پیروی کرتے رہے۔ 1698ء میں جرمن پروفیسر ارہارڈ وائیگل (Erhard Weigel) نے جرمنی اور ناروے کے پروٹسنٹ حکمرانوں کو نیا کیلنڈر جاری کرنے کا مشورہ دیا۔ انگلینڈ میں یہ تبدیلی 1752ء میں کی گئی جبکہ روس نے 1918ء میں آنے والے انقلاب کے نتیجہ میں گریگورین کیلنڈر (Gregorian Calender) کو رائج کیا۔

لیپ سالوں کے قوانین کے باوجود گریگورین کیلنڈر کا ایک سال زمین کی مداری گردش کے وقت سے 26 سیکنڈز لمبا ہے مگر یہ اتنا معمولی فرق ہے جس کے نتیجہ میں 3,323 سالوں کے بعد ایک دن کا فرق پڑتا ہے۔

موجودہ دور میں کیلنڈر میں پیش کی جانے والی اصلاحات کا رخ بجائے ایک "اچھا" کیلنڈر بنانے کے ایک ایسا کیلنڈر بنانے کی طرف ہے جو استعمال کرنا آسان ہو۔ خصوصاً معاشی لحاظ سے۔ مثال کے طور پر 365 دنوں پر مشتمل سال کو آپ 4 برابر حصوں میں تقسیم نہیں کر سکتے نہ ہی ہر مہینہ کے دنوں کی تعداد ایک جیسی ہے۔ اسی طرح مہینوں کا آغاز ہفتے کے کسی بھی دن ہو سکتا ہے۔ کوئی چھٹی اگر کسی تاریخ کے لحاظ سے مختص کی گئی ہے جیسے 4 جولائی (امریکا کا یوم آزادی) تو وہ ہر سال کسی مختلف دن پر وارد ہو گا یا کسی اور قسم کی رخصت جیسے ایسٹر (Easter) کا تہوار، جو 35 مختلف ممکنہ تاریخوں پر آ سکتا ہے۔ گریگورین کیلنڈر نے کیلنڈر کی تاریخوں کو فلکیاتی مظاہر کے مطابق تو کر دیا ہے مگر پھر بھی یہ چھوٹی چھوٹی بدمزگیوں اور جھنجھلاہٹوں کو دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ مزید برآں آپ کو ہر سال ایک نیا کیلنڈر چاہیے ہوتا ہے۔ ایک مثالی کیلنڈر ایسا ہونا چاہیے کہ جس کو آپ ایک سال کے لیے یاد کر لیں تو وہ باقی سالوں کے لیے کام دے جائے۔

ماخوذ (Times Almanac 1999)

☆☆☆
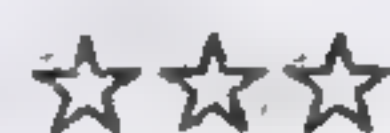
"ایک مخلص اور باوفا خادم دین"

محترم عبدالرزاق صاحب (سابق پی ٹی آئی جامعہ احمدیہ)

جماعت احمدیہ کے دیرینہ خادم اور فدائی احمدی مکرم عبدالرزاق صاحب سابق پی ٹی آئی جامعہ احمدیہ ربوہ 24 دسمبر بروز اتوار 64 سال کی عمر میں فضل عمر ہسپتال میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

گزشتہ چند سال سے آپ کو دل کی تکلیف تھی۔ 1993ء میں دل کا پہلا حملہ ہوا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں اور ہومیو پیتھی نسخہ سے خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آپ روبصحت ہو گئے۔ 20 دسمبر 2000ء کو علی الصبح جب آپ تہجد کے لئے وضو کر رہے تھے تو آپ کو دل کی تکلیف ہوئی اور ساتھ ہی فالج کا حملہ بھی ہو گیا۔ آپ کو فوری طور پر فضل عمر ہسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں کچھ دیر کے لئے طبیعت سنبھلی لیکن فالج کا دائیں طرف دوبارہ حملہ ہونے سے زبان، بازو اور ٹانگ متاثر ہو گئے۔ ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق فیصل آباد کے ہسپتال سے سی ٹی سکین کروایا گیا جو بالکل ٹھیک تھا اس کے بعد ان کی طبیعت بہتری کی طرف مائل تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ کو جو منظور تھا وہی ہوا۔ اور جماعت احمدیہ کی لمبا عرصہ خدمت کرنے والا یہ خادم اللہ کو پیارا ہو گیا۔

اگلے دن مؤرخہ 25 دسمبر 2000ء بروز سوموار آپ کی نماز جنازہ بیت المبارک میں بعد نماز ظہر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ محترم عبدالرزاق صاحب خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر محترم ناظر صاحب اعلیٰ و امیر مقامی نے دعا کروائی۔ مکرم عبدالرزاق صاحب 1936ء کو شاہدرہ ٹاؤن لاہور میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم کا نام مکرم ماسٹر اللہ بخش صاحب تھا۔ آپ کے نانا حضرت سیٹھ فضل کریم صاحب آف گوجرانوالہ حضرت مسیح موعود کے رفقاء میں شامل تھے۔ آپ مولانا اسماعیل منیر صاحب کے بھانجے، اسیر راہ مولیٰ ساہیوال محترم الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ کے پھوپھی زاد بھائی اور محترم عبدالماجد صاحب طاہر ایڈیشنل وکیل التبشیر کے چچا تھے۔ آپ کے بڑے بیٹے محترم عبدالرؤف صاحب ایڈیشنل ناظم عمومی مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ ہیں۔ آپ کی ایک بیٹی محترمہ عطیۃ الودود صاحبہ، محترم نوید احمد صاحب سعید مربی سلسلہ دفتر وقف نو کی اہلیہ ہیں۔ ان کے دوسرے بیٹے محترم عبدالحئی صاحب ہیں جو جامعہ کے درجہ ثالثہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور سب سے چھوٹی بیٹی عزیزہ صالحہ رزاق صاحبہ ایف اے کی طالبہ ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ سلسلہ کے فدائی اور مخلص خادموں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بطور مہتمم صحت جسمانی اور مہتمم اطفال کئی سال خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے 34 سال کا لمبا عرصہ جامعہ احمدیہ میں بطور پی ٹی آئی خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ کی سالانہ کھیلیں، اور ہائیکنگ کے گروپس کا انتظام اور راہنمائی آپ کے ذمہ ہوتی تھی۔

سائیکل سفر، پیدل سفر اور سائیکل ریس کے علاوہ کئی مواقع پر انتظامات بھی باحسن سرانجام دیتے رہے۔ طاہر کبڈی ٹورنامنٹ، سالانہ گھڑ دوڑ اور جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی اہم خدمات کا موقع ملتا رہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ایک صدی پہلے

مختصر تاریخ جماعت احمدیہ، اپریل ۱۹۰۱ء

(مکرم احمد طاہر مرزا صاحب۔ربوہ)

آغاز تعمیر منارۃ المسیح

منارۃ المسیح کی تعمیر کا آغاز سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے عہد باسعادت میں ہوا اور اس کی تکمیل و آرائش خلافت ثانیہ میں ہوئی۔خلافت ثالثہ میں اس منارہ کی دوبارہ تزئین و آرائش ہوئی۔(از تختی کندہ منارۃ المسیح قادیان)

۲۴ اپریل ۱۹۰۱ء کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی طرف سے ایک اعلان بعنوان "منارۃ المسیح کے انصار کو اطلاع" شائع ہوا۔جس میں آپ نے احباب جماعت کو تحریک فرمائی کہ منارۃ المسیح کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا ہے۔احباب اس کی تعمیر میں چندہ دیکر حصہ لیں۔

(الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۱ء ص ۱۲)

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے چندہ منارۃ المسیح کا سب سے پہلا اشتہار بعنوان "اشتہار چندہ منارۃ المسیح"،ضمیمہ خطبہ الہامیہ میں شائع ہوا۔اشتہار ۲۷ مئی ۱۹۰۰ء کو شائع ہوا۔(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ اشتہار نمبر ۲۲۱)

کتب خانے

قادیان دارالامان میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے عہد باسعادت میں چند ایک کتب خانے تھے۔ان میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا کتب خانہ جو نادر کتب و مخطوطات پر مشتمل تھا۔حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کا "نور کتب خانہ"۔حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی "صادق لائبریری" ریویو آف ریلیجنز لائبریری، تالیف و تصنیف لائبریری، تشحیذ الاذہان لائبریری، مومن لائبریری اور بعض اور کتب خانے تھے۔کتب خانہ حضرت بانی سلسلہ کا انتظام و انصرام بعض احباب نے کیا۔ان احباب میں حضرت پیر منظور محمد صاحب، حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی اور بعض دوسرے احباب شامل تھے۔

الحق سیالکوٹ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی ادارت میں سیالکوٹ سے ایک رسالہ "الحق" جاری ہوا۔اس رسالہ کا آغاز جولائی ۱۸۹۱ء کو سیالکوٹ سے ہوا۔منشی غلام قادر صاحب فصیح کے زیر اہتمام پنجاب پریس سیالکوٹ سے شائع ہوا۔الحق ماہوار رسالہ کے پہلے شمارہ بابت ماہ جولائی، اگست، ستمبر و اکتوبر ۱۸۹۱ء میں "الحق مباحثہ لدھیانہ"۔مع مضامین حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور ماہ نومبر و دسمبر ۱۸۹۱ء میں "الحق مباحثہ دھلی" مع مضامین حضرت مولانا محمد احسن امروہی و حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی شائع ہوئے۔یہ دونوں مباحثے روحانی خزائن کی جلد نمبر ۴ میں شامل ہیں۔

(الحق سیالکوٹ، بار اول، سیالکوٹ، پنجاب پریس ۱۸۹۱ء)

الحق سیالکوٹ مسلسل جاری نہ رہ سکا بلکہ چند سال

بعد یہ رسالہ بند ہو گیا۔ اس رسالہ میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے بعض علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہے۔ چنانچہ مدیر الحکم نے ۳۰ اپریل ۱۹۰۱ء سے آپ کے بعض مضامین کو دوبارہ الحکم میں شائع کیا۔ یہ مضامین ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع ہوئے۔

فورمن کالج امریکن مشن لاہور سے دو پادریوں کی آمد

قادیان میں تحقیق و تدقیق اور اصلاح و تربیت کی غرض سے لوگ مسلسل آتے رہتے تھے۔ ۱۹ اپریل ۱۹۰۱ء کو لاہور فورمن کالج سے دو انگریز پادری اور ایک دیسی عیسائی قادیان آئے جنہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے کئی استفسارات کئے اور حضرت اقدسؑ نے ان کے جوابات عطا فرمائے۔ (الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۱ء)

معمولات قادیان

ماہ اپریل ۱۹۰۱ء میں معمول کے مطابق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نمازوں میں تشریف لاتے رہے۔

سیر بھی جاری رہی۔ اس دوران آپ کلمات طیبات بیان فرماتے رہے جو الحکم اپریل و مئی ۱۹۰۱ء میں حسب معمول شائع ہوتے رہے۔ قادیان میں نمازیں اور جمعۃ المبارک حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی و حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی پڑھاتے رہے۔ خطبات اور ان کے خلاصہ جات الحکم اپریل و مئی ۱۹۰۱ء میں دستور کے مطابق شائع ہوتے رہے۔ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ معمول کے مطابق جاری رہا۔ بعض مہمان چند یوم قیام کر کے واپس روانہ ہو جاتے بعض زیادہ عرصہ قیام کرتے۔ بیعتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ (الحکم اپریل و مئی ۱۹۰۱ء)

بیسویں صدی نمبر

امسال ادارہ تشحیذ الاذہان نے "بیسویں صدی نمبر" نکالنے کا ارادہ کیا ہے جو انشاء اللہ مئی اور جون کے شمارہ پر مشتمل ہوگا۔ (مئی کا الگ رسالہ شائع نہ ہوگا) اس سلسلے میں ہمیں آپ کی بھرپور قلمی معاونت کی ضرورت ہے۔

بیسویں صدی میں ہونے والے اہم واقعات جن میں جماعتی واقعات، پاکستان سے متعلق، دنیا سے متعلق، سائنس سے متعلق، کھیل کی دنیا سے، عالم اطفال سے اور اسی طرح کی اور اہم معلومات جو آپ کے خیال میں اس رسالے میں شامل ہونی ضروری ہیں ہمیں جلد از جلد ارسال کریں۔ شکریہ

امید ہے آپ گذشتہ کی طرح ہماری بھرپور قلمی معاونت فرمائیں گے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(ادارہ تشحیذ الاذہان)

محترم صلاح الدین بٹ صاحب دینی خدمت بجالاتے ہوئے حادثہ میں وفات پاگئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ قائد مجلس خیر پور شہر اور ناظم عمومی ضلع خیر پور کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے

مکرم صلاح الدین بٹ صاحب عرف ٹیپو ابن مکرم سعید افضال احمد بٹ صاحب (مرحوم) سابق صدر جماعت احمدیہ خیر پور شہر 8 جولائی 1968ء کو پیدا ہوئے۔ ابتداء ہی سے جماعتی خدمات میں پیش پیش رہنے والے نڈر، مخلص اور محنتی خادم دین تھے۔ جن دنوں سکھر میں جماعتی مخالفت زوروں پر تھی موصوف مسلسل جماعتی خدمات کے لیے حاضر اور جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے۔ ڈویژن کی سطح پر کرکٹ اور فٹ بال کے بہترین کھلاڑی تھے جس کا اعتراف آپ کی وفات پر سندھی اخبارات نے بھی کیا ہے۔ آپ کی تعلیم M.A تھی اور وفات کے وقت قائد مجلس خدام الاحمدیہ خیر پور شہر اور ناظم عمومی ضلع خیر پور کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔ آپ مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین بٹ صاحب قائد ضلع خیر پور کے چھوٹے بھائی تھے۔

مرحوم خدام الاحمدیہ کی میٹنگ کے سلسلہ میں مکرم صباح الدین صاحب مغل کے ہمراہ 26 فروری 2001ء کو موٹر سائیکل پر جمالپور سے کرونڈی جارہے تھے کہ راستہ میں ایک ٹرک (جس کا ٹائی راڈ کھل گیا تھا) اچانک موٹر سائیکل سے ٹکرا گیا اور دونوں خادم موقع پر ہی راہ مولیٰ میں قربان ہوگئے۔ آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا جہاں 27 فروری 2001ء کو مکرم راجہ نصیر احمد صاحب، ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعد ازاں قبرستان عام میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مکرم صباح الدین مغل صاحب دینی خدمت بجالاتے ہوئے حادثہ میں وفات پاگئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ بطور نائب قائد مجلس کرونڈی، ناظم صنعت وتجارت ضلع خیر پور اور ناظم تعلیم علاقہ سانگھڑ خدمات بجالا رہے تھے۔

مکرم صباح الدین مغل صاحب ولد بدر الدین مغل صاحب کرونڈی ضلع خیر پور کے رہنے والے تھے۔ 22 نومبر 1981ء کو پیدا ہوئے آپ انتہائی بے لوث اور مثالی خادمِ دین تھے جماعتی خدمات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے خاص طور پر بیت الذکر کی ہفتہ وار صفائی تو ان کا معمول تھا۔ موصوف نے حال ہی میں B.A فائنل کا امتحان دیا تھا وفات کے وقت نائب قائد مجلس کرونڈی، ناظم صنعت وتجارت ضلع خیر پور اور ناظم تعلیم علاقہ کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔ آپ حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے) رفیق حضرت مسیح موعودؑ کے پڑنواسے تھے۔ مرحوم مؤرخہ 26 فروری 2001ء کو اپنے دوست مکرم صلاح الدین بٹ صاحب کے ہمراہ جماعتی خدمات بجالاتے ہوئے راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے۔ 27 فروری 2001ء کو آپ کی نماز جنازہ مکرم ماسٹر بشیر احمد صاحب ناظم انصار اللہ ضلع خیر پور نے پڑھائی اور بعد ازاں کرونڈی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اردو ادب

خواجہ میر درد

(مکرم شکیل احمد ناصر صاحب)

ابتدائی تعارف

خواجہ میر درد اردو زبان کے قدیم شعراء میں سے ایک نہایت نمایاں شخصیت ہیں۔ آپ میر تقی میر کے ہم عصر تھے۔ ان کا نام سید خواجہ میر اور تخلص درد تھا۔ ان کے والد خواجہ محمد ناصر عندلیب بھی صوفی باعمل اور فارسی زبان کے مصنف اور شاعر تھے۔ ان کے فارسی دیوان کا نام "نالۂ عندلیب" ہے۔

سلسلۂ نسب اور ولادت

خواجہ میر درد کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی سے ہو کر حضرت امام حسن عسکری تک پہنچتا ہے۔ جبکہ میر صاحب کی والدہ کا نسب حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ خواجہ صاحب کے جد امجد بخارا سے آئے تھے مگر ان کے والد خواجہ ناصر کی ولادت ہندوستان میں ہوئی تھی۔ خواجہ میر درد دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے سن ولادت کے بارہ میں اختلاف ہے لیکن تمام مستند حوالوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پیدائش ۱۱۳۲ھ سے ۱۱۳۳ھ کے درمیان ہوئی۔

ابتدائی تعلیم

انہوں نے اپنے والد ہی کی آغوش تربیت میں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور تصوف میں ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اس کے علاوہ موسیقی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

سپاہیانہ زندگی سے سجادہ نشینی تک

ابتداء میں سپاہی پیشہ تھے مگر والد کے حکم سے نوکری چھوڑ کر فقر اختیار کیا۔ اٹھائیس برس کی عمر میں دنیا چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اور جب باپ نے سفر آخرت کیا تو انتالیس برس کی عمر میں ان کے سجادہ نشین اور قائم مقام ہوئے۔

میر درد کی شاعری

خواجہ میر درد اردو کے ممتاز غزل گو شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا دیوان مختصر ہے، مگر رطب و یابس سے پاک ہے۔ ان کی غزل عموماً سات یا نو شعر کی ہوتی ہے۔ بحریں عام طور پر چھوٹی ہوتی ہیں۔ خواجہ میر درد کی شاعری کا بنیادی امتیاز بقول شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد تصوف ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"تصوف جیسا انہوں نے کہا، اردو میں آج تک کسی سے نہ ہوا"۔

(آب حیات صفحہ ۱۸۵)

مگر ان کی غزل کا خالص عاشقانہ اور مجازی رنگ بھی اپنے دور کے بڑے شعراء سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ان کی شاعری میں خلوص و دردمندی کے علاوہ بصیرت و حکمت کے اعلیٰ اسباق ملتے ہیں۔ ان کے اشعار میں شکستہ دلی اور

لطیف افسردگی ہے۔ مگر حیات بخش افسردگی' جس سے دل غم سے مغلوب نہیں ہوجاتا کیونکہ ان کے اشعار مایوسی کی جگہ دلوں میں تمنا اور آرزو کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں صوفیانہ خیالات کے علاوہ مجازی عشق کے مضامین بھی ملتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فارسی میں بھی شاعری کی مگر بعض نقادوں کے نزدیک فارسی شاعری کا درجہ انکی اردو شاعری سے کم تر ہے لیکن فارسی میں ان کی رباعیات پر تاثیر ہیں۔

وفات

خواجہ صاحب نے ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ بروز جمعہ اڑسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ دلی میں ان کا مرقد منور ترکمان دروازے سے باہر زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

تصانیف درد

تصانیف میں اردو اور فارسی دواوین کے علاوہ تصوف کی چند کتابیں شامل ہیں۔ مثلاً اسرار الصلوٰۃ' واردات۔ ان کی ایک اور تصنیف "علم الکتاب' واردات کی شرح ہے۔ ان کے علاوہ آہ سرد' نالۂ درد اور شمع محفل وغیرہ بھی ہیں۔

شاگرد

خواجہ میر درد کے شاگردوں میں بعض اچھے غزل گو شاعر شامل ہیں۔ مثلاً قائم چاندپوری' ہدایت اللہ ہدایت' حکیم ثناء اللہ فراق' میر اثر' مہر محمدی بیدار وغیرہ۔ ان سب میں سے بہترین میر اثر مختصر بحروں میں اچھی غزل لکھتے تھے۔ مگر ان کی شہرت زیادہ تر ان کی مثنوی خواب وخیال کی وجہ سے ہے۔

اس مثنوی کی ابتداء درد نے کی تھی۔ مگر چند سو شعر کہہ کر لکھنا بند کر دیا۔ میر اثر نے ان اشعار پر بنیاد رکھ کر مثنوی کو مکمل کیا۔

منتخب اشعار از دیوان خواجہ میر درد

جان سے ہوگئے بدن خالی
جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

اس نے قصداً بھی میرے نالے کو
نہ سنا ہوگا گر سنا ہوگا

دل زمانے کے ہاتھ سے سالم
کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا

دل بھی اے درد قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

دیکھنے کو رہے ترستے ہم
نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا

آپ سے ہم گذر گئے کب کے
کیا ہے ظاہر میں گو سفر نہ کیا

کونسا دل ہے جس میں خانہ خراب
خانہ آباد تونے گھر نہ کیا

سب کے جوہر نظر میں آئے درد
بے ہنر تو نے کچھ ہنر نہ کیا

رات مجلس میں ترے حسن کے شعلہ کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

محتسب آج تو میخانہ میں تیرے ہاتھوں
دل نہ تھا کوئی کہ شیشہ کی طرح چور نہ تھا

تہمتِ چند اپنے ذمے دھر چلے
جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
کیا ہمیں کام ان گلوں سے اے صبا
ایک دم آئے اِدھر اُدھر چلے
شمع کی مانند ہم اس بزم میں
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے

جنہوں کے دل میں جگہ کی ہے نقش عبرت نے
سدا نظر میں وہ لوحِ مزار رکھتے ہیں
ہر ایک سنگ میں ہے شوخیِ بتاں پنہاں
خنک یہ سب ہیں پہ دل میں شرار رکھتے ہیں
بلا ہے نشۂ دنیا کہ تا قیامت آہ
سب اہل قبر اسی کا خمار رکھتے ہیں

دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں
کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا

مدت تلک جہاں میں ہنستے پھرا کیے
جی میں ہے خوب رویئے اب بیٹھ کر کہیں

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے کہ کچھ آرزو کریں

نہیں شکوہ مجھے کچھ بیوفائی کا تری ہرگز
گلہ تب ہو اگر تونے کسی سے بھی نباہی ہو

سو بار سوز عشق نے دی آگ پر ہنوز
دل وہ کباب ہے کہ جگر خام رہ گیا

وائے نادانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

دردؔ ہم کو یہ رات دن تیرا
نالۂ زار خوش نہیں آتا

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

ساقیا! یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

ہم نے کس رات نالہ سر نہ کیا
پر اسے آہ! کچھ اثر نہ کیا

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

بسا ہے کون ترے دل میں گل بدن اے دردؔ
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
میں نے پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

امدادی کتب

۱۔دیوان دردؔ ۲۔آب حیات ۳۔تاریخ ادب اردو
۴۔دائرۃ معارف اردو ۵۔گل رعنا

☆☆☆

مزاحیہ ادب سے

انتخاب

کچھوا اور خرگوش

ایک تھا کچھوا' ایک تھا خرگوش- دونوں نے آپس میں دوڑ کی شرط لگائی- کوئی کچھوے سے پوچھے کہ تو نے کیوں لگائی؟ کیا سوچ کر لگائی؟ دنیا میں احمقوں کی کمی نہیں' ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں- طے یہ ہوا کہ دونوں میں سے جو نیم کے ٹیلے تک پہلے پہنچے' وہ میری سمجھا جائے- اسے اختیار ہے کہ ہارنے والے کے کان کاٹ لے-

دوڑ شروع ہوئی- خرگوش تو یہ جا وہ جا- پلک جھپکنے میں خاصی دور نکل گیا- میاں کچھوے وضعداری کی چال چلتے منزل کی طرف رواں ہوئے' تھوڑی دور پہنچے تو سوچا بہت چل لیے اب آرام بھی کرنا چاہیے- ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے شاندار ماضی کی یادوں میں کھو گئے جب اس دنیا میں کچھوے راج کیا کرتے تھے- سائنس اور فنون لطیفہ میں بھی ان کا بڑا نام تھا- یونہی سوچتے میں آنکھ لگ گئی- کیا دیکھتے ہیں کہ خود تو تخت شاہی پر بیٹھے ہیں- باقی زمینی مخلوق شیر' چیتے' خرگوش آدمی وغیرہ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں یا فرشی سلام کر رہے ہیں- آنکھ کھلی تو ابھی سستی باقی تھی- بولے ابھی کیا جلدی ہے؟ اس خرگوش کے بچے کی کیا اوقات ہے میں بھی کتنے عظیم ورثے کا مالک ہوں' واہ بھئی وا میرے کیا کہنے-

جانے کتنا زمانہ سوئے رہے تھے- جب جی بھر کے ستا لیے تو پھر ٹیلے کی طرف رواں ہوئے- وہاں پہنچے تو خرگوش کو نہ پایا- بہت خوش ہوئے- اپنے کو داد دی کہ واہ رے مستعدی- میں پہلے پہنچ گیا- بھلا کوئی میرا مقابلہ کر سکتا ہے؟

اتنے میں ان کی نظر خرگوش کے ایک پلّے پر پڑی جو ٹیلے کے دامن میں کھیل رہا تھا- کچھوے نے کہا- اے برخوردار تو خرگوش خاں کو جانتا ہے؟

خرگوش کے بچے نے کہا- جی ہاں- جانتا ہوں میرے ابا حضور تھے- معلوم ہوتا ہے آپ ہیں وہ کچھوے میاں جنہوں نے باوا جان سے شرط لگائی تھی- وہ تو پانچ منٹ میں یہاں پہنچ گئے تھے- اس کے بعد مدتوں آپ کا انتظار کرتے رہے- آخر انتقال کر گئے- جاتے ہوئے وصیت کر گئے تھے کہ کچھوے میاں آئیں تو ان کے کان کاٹ لینا- اب لایئے ادھر کان-

کچھوے نے فوراً اپنے کان اور اپنی سری خول کے اندر کر لی- آج تک چھپائے پھرتا ہے-

لومڑی اور کوّا

ایک کوا روٹی کا ٹکڑا لیے ہوئے ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھا تھا- ایک لومڑی کا گذر ادھر سے ہوا- منہ میں پانی بھر آیا (لومڑی کے) سوچا کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ یہ اپنی چونچ کھول دے اور یہ روٹی کا ٹکڑا میں جھپٹ لوں-

پس اس نے مسکین صورت بنا کر اور منہ اوپر اٹھا کر کہا: کوّے میاں! سلام- تیرے حسن کی کیا تعریف کروں کچھ کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے- واہ واہ وا' چونچ بھی کالی' پَر بھی کالے- آج

کل تو دنیا کا مستقبل کالوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔ افریقہ میں بھی بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لیکن خیر یہ سیاست کی باتیں ہیں۔ آمدم برسر مطلب۔ میں نے تیرے گانے کی تعریف سنی ہے تُو اتنا خوبصورت ہے تو گاتا بھی اچھا ہوگا۔ مجھے گانا سننے کا شوق یہاں کھینچ لایا ہے۔ ہاں تو ایک آدھ ٹھمری ہو جائے۔

کوا پھولا نہ سمایا' لیکن سیانے پن سے کام لیا۔ روٹی کا ٹکڑا منہ سے نکال کر پنجے میں تھاما اور لگا کائیں کائیں کرنے۔ بی لومڑی کا کام نہ بنا تو یہ کہتی ہوئی چل دی۔

"ہت تیرے کی۔ بے سُرا بھانڈ۔ معلوم ہوتا ہے تو نے بھی حکایات لقمان پڑھ رکھی ہیں"۔

پیاسا کوا

ایک پیاسے کوّے کو ایک جگہ پانی کا مٹکا نظر آیا' بہت خوش ہوا لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ پانی بہت نیچے فقط مٹکے کی تہ میں تھوڑا سا ہے۔ سوال یہ تھا کہ پانی کو کیسے اوپر لائے۔ اپنی چونچ تر کرے۔ اتفاق سے اس نے حکایات لقمان پڑھ رکھی تھیں۔ پاس ہی بہت سے کنکر پڑے تھے' اس نے اٹھا کر ایک ایک کنکر اس میں ڈالنا شروع کیا۔ کنکر ڈالتے ڈالتے صبح سے شام ہوگئی۔ پیاسا تو تھا ہی' نڈھال ہو گیا۔ مٹکے کے اندر نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہے کہ کنکر ہی کنکر ہیں۔ سارا پانی کنکروں نے پی لیا ہے۔ بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔ ہت تری' پھر بے سدھ ہو کر زمین پر گر گیا اور مر گیا۔ اگر وہ کوا کہیں سے ایک نلکی لے آتا تو مٹکے کے منہ پر بیٹھا بیٹھا پانی کو چوس لیتا۔ اپنے دل کی مراد پاتا۔ ہرگز جان سے نہ جاتا۔

("اردو کی آخری کتاب" از ابن انشاء صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۴)

مقابلہ مضمون نویسی۔ خدام الاحمدیہ پاکستان

(۱) مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مضمون نویسی کا شوق رکھنے والے خدام کیلئے سال میں مضمون نویسی کے چار مقابلہ جات منعقد کرواتی ہے۔ جن میں اوّل مضمون پر 500 روپے اور دوم مضمون پر 400 روپے کے نقد انعامات اور اسناد پیش کی جاتی ہیں۔

(۲) سال 2001-2000ء کی دوسری سہ ماہی کیلئے مضمون کا عنوان "مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت" ہے۔

(۳) مضمون مرکز بھجوانے کی آخری تاریخ 15 اپریل 2001ء ہے۔

(۴) مضمون کم از کم 4 فولز کیپ صفحات اور زیادہ سے زیادہ 7 فولز کیپ Foolscap صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔

(۵) مضمون کے ساتھ مضمون نگار کا پورا نام۔ پتہ اور ٹیلی فون نمبر (اگر موجود ہو) درج کریں اور قائد صاحب مجلس/ضلع کی تصدیق کے ساتھ بھجوائیں۔

(۶) زیادہ طویل مضامین اور ایسے مضامین جن پر مکمل ڈاک ایڈریس نہیں ہوگا مقابلہ میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔

تو! کاغذ قلم اٹھائیں اور مضمون لکھنا شروع کریں۔ شعبہ تعلیم آپ کے مضامین کا منتظر ہے۔

خاکسار
مہتمم تعلیم
مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

درخت کرۂ ارض پر ایک معجزہ

دنیا کے عظیم ترین درخت

(مرسلہ: مکرم خالد محمود شاہد صاحب)

لمبی عمر پانے والے درخت

نوکیلے پتوں والے درخت پائن (Pinus Longeava) ساڑھے پانچ ہزار سال اور دیو قامت سیکوا (Sequoia) کوئی چھ ہزار سال عمر پاتے ہیں۔ اس وقت موجود درختوں میں قدیم ترین "ریڈ وڈ" ہے۔ جو کہ کیلیفورنیا امریکہ میں ہے۔ جس کی عمر کا اندازہ کوئی بارہ ہزار سال ہے۔ اس کا قطر ۶ میٹر یا ۲۰ فٹ اور لمبائی ۷۱ میٹر یا ۲۳۸ فٹ ہے اور "ازلی خدا" کہلاتا ہے۔ برطانیہ میں قدیم ترین درخت "ٹیکس" (Taxus Baccata) کی عمر کا اندازہ کوئی ۴۲۰۰ سال ہے۔ اس کی لپیٹ کا اندازہ ۱۵ میٹر یا ۵۰ فٹ ہے اور یہ درخت ابھی بڑھ رہا ہے۔

بھاری بھرکم درخت

دیو قامت سیکوا (Sequoia Dendron Giganteum) جو کہ کیلیفورنیا امریکہ میں پایا جاتا ہے۔ جس کی لمبائی ۸۳ میٹر (۲۷۵ فٹ) اور قطر ۱۱ میٹر (۳۷ فٹ) ہے۔ اس کی لکڑی سے تقریباً ۵ ارب ماچسیں بن سکتی ہیں۔ اور اس کی چھال تقریباً ۲ فٹ موٹی ہے۔

چھتر کا پھیلاؤ

سب سے بڑے چھتر کے پھیلاؤ والا درخت "بڑ" (Fics Bangalensis) مانا گیا ہے جو کہ کلکتہ ہندوستان کے ایک نباتاتی باغ میں ہے۔ اس کے چھتر کا پھیلاؤ ۴۰۵ میٹر یا ۱۳۵۰ فٹ ہے اور یہ ۳ ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے اور یہ تقریباً ۲۱۰ سال پرانا ہے۔

بھاری بھرکم جھنڈ

پاپلر کی قسم (Populus Tremoloides) کا اکٹھا جھنڈ جن کی جڑ ایک ہی ہے۔ امریکی ریاست "یوٹا" میں پایا گیا ہے۔ یہ جھنڈ ۱۰۶ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے۔ اور اس کا وزن تقریباً ۶ ہزار ٹن ہے۔

بڑے لپیٹ والا درخت

یورپین چسٹ نٹ (Chest Biloba) جو کہ سسلی اٹلی میں ہے۔ اس کی لپیٹ تقریباً ۵۷ میٹر یا ۱۹۰ فٹ ہے جو کہ ۱۷۷۰ء اور ۱۷۸۰ء کے درمیان پیمائش کیا گیا تھا۔ آج کل اس کا تنا تین حصوں میں بٹ چکا ہے۔ سنگل تنے کا سب سے بڑی لپیٹ والا درخت افریقہ میں پایا گیا ہے۔ درخت کا نام "باؤب" (Adansoria Digitat) ہے اور اس کی لپیٹ کا اندازہ تقریباً ۴۲ میٹر یا ۱۴۱ فٹ ہے۔

اونچا ترین درخت

دنیا کا اونچا ترین درخت سیکوا درخت کی قسم (Sequoia Sempervivems) مانا گیا ہے۔ اس کی لمبائی کا اندازہ دسمبر ۱۹۹۶ء میں ۱۱۰ میٹر (۳۶۷ فٹ) تھا۔

یہ کیلفورنیا امریکہ میں پایا گیا ہے۔ اس کی لپیٹ تقریباً ۳ میٹر (۱۰فٹ) اور عمر تقریباً ۱۰۰۰ سال ہے اور یہ ابھی بڑھ رہا ہے۔ اس سے قبل سفیدے کا ایک درخت آسٹریلیا میں ۱۸۷۲ء میں ۱۳۰ میٹر (۴۳۵ فٹ) اونچائی کا پایا گیا تھا۔

تیز ترین بڑھت والا درخت

شریں کی ایک قسم (Abizia Falcata) جو کہ ملائیشیا میں پایا گیا ہے روزانہ ۲.۵ سنٹی میٹر یا ایک انچ بڑھتا ہے۔ اور تقریباً ۱۳ مہینوں میں ۱۱ میٹر (۳۵ فٹ) لمبائی حاصل کر لیتا ہے۔

سست ترین بڑھت والا درخت

سفید سیدار (Thuja Occidentalis) جو کہ کینیڈا میں پایا گیا ہے۔ سست ترین بڑھت والا درخت مانا گیا ہے جو کہ ۱۵۵ سالوں میں صرف ۴ انچ بڑھا اور صرف ۱۷ گرام وزن حاصل کیا۔

وسیع ترین جنگل

رقبے کے اعتبار سے وسیع ترین جنگل نوکیلے پتوں والا (Coniferous) شمالی روس میں واقع ہے اس کا کل رقبہ ۲.۷ ارب ایکڑ ہے۔ گرم مرطوب علاقے کا وسیع جنگل برازیل کا امازون (Amazon) ہے جس کا رقبہ تقریباً ۸۲ کروڑ ایکڑ ہے۔

منتقل کیا جانے والا سب سے بڑا درخت

۲۷ مارچ ۱۹۹۷ء کو اپنی جگہ سے تقریباً ۵۹ میٹر (۱۷۹ فٹ) کی دوری پر منتقل کیا جانے والا درخت "ہارس چسٹ نٹ" (Horse Chest Net) تھا۔ جس کی عمر تقریباً ۱۰۰ سال، وزن ۱۸۰ کلوگرام اور لمبائی تقریباً ۱۶ میٹر (۵۲ فٹ) تھی۔ اس درخت کو سڑک بناتے وقت منتقل کرنا پڑا۔

زیادہ پتوں والا درخت

سائپرس کے درخت پر تقریباً ۴ سے ۵ کروڑ پتے ہو سکتے ہیں۔

سب سے بڑے سائز کا پتہ

رافیا پام اور بانسی پام کے پتے کے بلیڈ کا سائز ۲۰ میٹر (۶۶ فٹ) ہے اور اس کی ڈنڈی (Petiole) تقریباً ۴ میٹر (۱۳ فٹ) لمبی ہے۔ یہ پام جنوبی امریکہ، افریقہ اور بحر ہند کے جزیروں میں پائے گئے ہیں۔

گہری ترین جڑ والا درخت

جنوبی افریقہ میں ایک جنگلی انجیر کی جڑیں ۱۲۰ میٹر یا ۴۰۰ فٹ گہرائی تک پائی گئی ہیں۔

سب سے چھوٹا بیج

اپی فائٹک (Epiphytic Orchid) کا بیج دنیا میں کسی پودے کا سب سے چھوٹا بیج ہے۔ ایک گرام وزن میں ۹۹ کروڑ بیج ہوتے ہیں۔

سب سے بڑا بیج

دیو قامت فین پام کا بیج جو کہ "ڈبل ناریل" کے نام سے مشہور ہے، کے ایک بیج کا وزن تقریباً ۲۰ کلوگرام ہے اور بیج کے پکنے کا عرصہ تقریباً ۱۰ سال ہے۔

تیز ترین بڑھت والا پودا

سب سے تیز ترین بڑھت والے پودوں میں بانس کی کچھ قسمیں پائی گئی ہیں جو تقریباً ۳ فٹ فی دن کے حساب سے بڑھ سکتی ہیں۔

(ماخوذ از ماہنامہ زراعت لاہور فروری ۲۰۰۰ء صفحہ ۵۶)

گوشۂ سائنس

(مکرم راجہ برہان احمد طالع صاحب۔ کراچی)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"آج کل کی تحقیقات میں طاعون کی جڑ کیڑے یا اَجرام صغیرہ ثابت ہوئے ہیں۔ میں بھی اس تحقیقات کو پسند کرتا ہوں کیونکہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے"۔

(ملفوظات جلد نمبر ا صفحہ ۱۶۹)

اینٹی بایوٹک کیا ہے؟

لفظ اینٹی بایوٹک اصل میں اینٹی باڈیز سے وجود میں آیا ہے اور اینٹی باڈیز خون کے اس جزو کو کہتے ہیں جو جسم میں قوت مدافعت پیدا کر کے کسی بیماری کی صورت میں جراثیم کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ یہ بیماری کے جسم سے مستقل ختم ہونے تک خون میں موجود رہتا ہے۔ جس طرح ہر بیماری کے لئے الگ دوا ہوتی ہے اسی طرح ہر بیماری کے لئے جسم میں اینٹی باڈیز بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اسی لئے مریض کو بیماری کے آغاز میں تکلیف یا بخار کی حرارت زیادہ ہوتی ہے۔

جب کہ بعد میں آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے معمولی بیماری کی صورت میں بخار ایک آدھ دن میں دوا کے بغیر اتر بھی جاتا ہے اور جسم اینٹی بایوٹک دوا کے غیر ضروری اثرات سے محفوظ بھی رہتا ہے۔

جابر بن حیان دنیا کا پہلا کیمیادان

آپ کا نام جابر اور کنیت ابوعبداللہ تھی لیکن بعض جگہوں پر آپ کی کنیت ابوموسیٰ بھی درج ہے۔ آپ کا خاندان کوفہ میں آباد تھا اور آپ کے والد دوا سازی کا کام کرتے تھے۔ آپ جنوبی عرب کے "ازد" قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

جابر بن حیان اور اس کے ہمعصروں اور پیشرؤں کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ انہوں نے سائنس اور ایجادات کی دنیا میں موزوں آلات کے بغیر تہلکہ مچا دیا۔ جابر بن حیان نے قرع انبیق نامی ایک آلہ ایجاد کیا تھا جس کے دو حصے تھے۔ ایک حصے میں کیمیاوی مادوں کو پکایا جاتا تھا۔ اس مرکب سے اٹھنے والے بخارات کو ایک نالی کے ذریعے آلے کے دوسرے حصے میں لے جا کر ٹھنڈا کیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ دوبارہ مائع میں تبدیل ہو جاتے تھے۔ یہ عمل کشید کہلاتا ہے اور آج کل بھی جو آلہ اس عمل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے وہ قرع انبیق سے مشابہ ہے۔ اس آلے کو ریٹارٹ (Retart) کہتے ہیں۔

جابر نے "شورے کا تیزاب" اور دوسری اہم ترین دریافتیں اسی قرع انبیق کی مدد سے کی تھیں۔

جابر بن حیان کی یہ کامیابی اس کے شوق کے لئے مہمیز تھی چنانچہ وہ مزید تجربات میں جُت گیا۔ نتیجے کے طور پر وہ بہت سے کیمیاوی مادوں کے دریافت کنندہ موجد کی حیثیت سے آج بھی زندہ ہے۔ اس نے گندھک، شورے، ہیرا کیس اور نوشادر کی مدد سے شورے کے علاوہ گندھک کا تیزاب اور ایکوار یجیا بنایا۔ اس نے ایک ایسا تیزاب بنایا جس سے سونے کو پگھلایا جاسکتا تھا۔

اس نے عمل تکلیس یعنی دھات کا کشتہ بنانے کے عمل میں اصلاحات کیں اور بتایا کہ دھات کا کشتہ بناتے وقت اس کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ عمل کشید قلماؤ یعنی Crystalization کا طریقہ دریافت کیا۔ اس کے علاوہ اس نے تین قسم کے نمکیات دریافت کئے۔ اس نے فولاد بنانے، لوہے کو زنگ سے بچانے اور لوہے پر وارنش کرنے کا طریقہ ایجاد کیا، موم جامہ بنایا۔ چمڑے کو رنگنے کا طریقہ بتایا اور بالوں کو رنگنے کے لئے خضاب تیار کیا۔

الکیمیا کے میدان میں نہیں بلکہ عمومی طور پر سائنس کی تاریخ اور خود اسلام کی علمی تاریخ میں جابر کا جو بلند پایہ مقام ہے ابھی اس سے کماحقُہ آگاہی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی اس کے خیالات وافکار اور سائنسی نظریات کا تفصیلی مطالعہ نہیں کیا گیا، لیکن مستقبل میں اس کی کتابوں کا بنظر عمیق مطالعہ اور اس کے نتائج کی تحقیق کے بعد سائنس میں جابر کے صحیح مقام کا تعین بآسانی کیا جاسکے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:۔
''میرا یقین یہ ہے کہ جس جس قدر سائنس اور دوسرے علوم ترقی کرتے جائیں گے۔ اسی قدر اسلام کے عجائبات اور قرآن شریف کے حقائق اور معارف زیادہ روشن اور درخشاں ہوں گے اور خدا کی تسبیح ہوگی''۔
(حقائق الفرقان جلد نمبر ۴ صفحہ ۸۳)

ایکوپنکچر کیا ہے؟

یہ چینی طریقہ علاج ہے جو چین میں تقریباً ساڑھے چار ہزار سال سے رائج ہے۔ ایکوپنکچر لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ ایکس (Acus) کے معنی سوئی کے اور پنکچورا (Punctura) کے معنی چھیدنے کے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جسم پر سوئیاں چبھو کر مرض کو دور کرنا۔ مرض کے بارے میں چینی نظریہ یہ ہے کہ جسم میں ایک خاص قوت یا توانائی موجود ہے جسے ''چی'' کہا جاتا ہے۔ یہ توانائی متوازن حالت میں رہے تو ہم صحت مند رہتے ہیں۔ لیکن اس میں کمی بیشی بیماری کا سبب بنتی ہے۔ اس کمی یا زیادتی کو سوئی لگا کر متوازن اور بحال کرنے سے بیماری ٹھیک ہوجاتی ہے۔ ایسا اس لئے ممکن ہے کہ سوئی لگانے کے مقامات جنہیں ایکوپنکچر پوائنٹ کہا جاتا ہے یہ دراصل کھڑکی کی طرح ہیں جہاں سے جسم کی اندرونی اور بیرونی توانائی کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اس تبادلے میں خلل یا کمی زیادتی توانائی کو غیر متوازن کردیتی ہے لہذا انہیں مقامات کو کھول کر توازن بحال

کردیا جاتا ہے۔ جدید سائنس نے بھی ایکوپنکچر علاج کی افادیت کو تسلیم کیا ہے اور عالمی ادارہ صحت (W.H.O) نے بے شمار امراض میں اس علاج کی سفارش کی ہے۔ دراصل سوئی چبھونے سے اعصابی نظام کی رگوں اور ہارمون کو تحریک ملتی ہے۔ جس کے سبب خون میں کیمیائی تبدیلیاں ہوتی ہیں جیسے اینڈروفن (یہ ایک کیمیائی مادہ ہے جو سوئی لگانے سے دماغ کے حصوں سے خارج ہوتا ہے۔ اور درد کے احساس کو کم یا ختم کردیتا ہے یعنی درد کی لہروں کو راستے میں روک لیتا ہے) اس کے علاوہ اینکلینالن اور سیروٹونن کے اخراج سے درد کو دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ خون کے سفید جسیموں، اینٹی باڈیز ہیموگلوبن اور دیگر مادوں میں اضافہ کے سبب انفیکشن کو کنٹرول کرنے میں مدد ملتی ہے ڈوپامین (Dupamen) کے اخراج سے دماغی اور نفسیاتی بیماریاں ٹھیک ہوتی ہیں۔ خود کار اعصابی نظام کی تحریک سے جسم کے اعضاء کے افعال نارمل ہو جاتے ہیں اور حرام مغز کے خلیوں کی تحریک سے فالج پولیو ٹھیک ہونے میں مدد ملتی ہے۔ اس لئے ایکوپنکچر سکون بخش ہے، بے خوابی کا علاج ہے، دافع درد ہے، فالجی عضلات، ہائی بلڈ پریشر وغیرہ میں مفید ہے۔ اور اس کے استعمال سے کوئی سائیڈ افیکٹ (Side effect) نہیں ہوتا۔ ایکوپنکچر میں سٹین لیس سٹیل کی بہت باریک اور نفیس سوئیاں استعمال کی جاتی ہیں جن کے لگانے سے مریض کو تکلیف نہیں ہوتی۔

گیس انجن

سب سے پہلا انجن بھاپ کا انجن تھا جو کہ اٹھارویں صدی میں ایجاد ہوا لیکن وہ انجن اس قدر کامیاب نہیں تھا۔ 1860ء کی دہائی میں ایک جرمن انجینیئر نکولس اوٹو (Nikolaus Otto) نے پہلا گیس انجن ایجاد کیا جو کہ پہلے انجنوں کی نسبت زیادہ کامیاب تھا۔ اس کے بعد اسی صدی کی آخری دہائیوں میں ایک جرمن انجینیئر روڈالف ڈیزل نے ڈیزل انجن ایجاد کیا جو کہ گیس یا پٹرول انجن سے مختلف طریقے سے کام کرتا تھا۔ یہ انجن آج کل تمام بڑی گاڑیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

سوال: ہمیں جمائی کیوں آتی ہے؟

جب ہم تھک جاتے ہیں یا آرام کررہے ہوتے ہیں تو اس دوران بہت آہستہ آہستہ سانس لیتے ہیں۔ اس عرصے میں جسم میں کاربن ڈائی آکسائیڈ جمع ہونا شروع ہوجاتی ہے جو خون میں ملتی رہتی ہے۔ اس موقع پر دماغ جسم کو کاربن ڈائی آکسائیڈ باہر خارج کرنے کا سگنل دیتا ہے۔ یوں ہم جمائی کے ذریعے جسم کی زائد کاربن ڈائی آکسائیڈ باہر خارج کردیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

''سائیکالوجی یا علم النفس کی ابتداء درحقیقت رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم کے ذریعہ ہی ہوئی ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:۔

اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَکَ النَّاسُ فَھُوَاَھْلَکُھُمْ (مسلم)

یعنی جب کوئی شخص یہ کہتا پھرتا ہے کہ قوم برباد ہوگئی، قوم برباد ہوگئی تو درحقیقت اس کی بربادی کا موجب وہی بنتا ہے۔ کیونکہ جب متواتر کسی قوم کے کان میں یہ ڈالا جائے گا کہ وہ ہلاک ہو چکی ہے، تو لوگوں میں قوتِ مقاومت باقی نہیں رہے گی اور اس کا تنزل شروع ہو جائے گا''۔

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۷ صفحہ ۴۴)

انسانی ڈھانچہ

جب انسان موت سے دوچار ہوتا ہے اور اس کا گوشت گل سڑ کر علیحدہ ہو جاتا ہے تو صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ جاتا ہے۔ یہ ڈھانچہ 206 ہڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہڈیاں کیلشیم اور فاسفیٹ کمپاؤنڈ سے بنی ہیں جو اتنا سخت ہوتا ہے کہ جتنا سنگ مرمر سخت ہوتا ہے چونکہ یہ ڈھانچہ اعلیٰ ترین مکینیکل اصولوں پر مبنی ہے چنانچہ انجینئرز پلوں، گنبدوں، کرینوں اور ڈیسک لیمپوں کو ڈیزائن کرنے میں اس کی نقل کرتے ہیں۔

ہڈیوں کے بارہ میں حقائق

۱۔ ایک متوسط بالغ انسانی جسم میں ۱۲۰۰ گرام کیلشیم ہوتا ہے جس میں سے ۹۹ فی فیصد ہڈیوں میں جمع ہوتا ہے۔

۲۔ ہر پیر میں ۲۶ ہڈیاں ہوتی ہیں جبکہ ۱۹ جوڑ ہوتے ہیں۔

۳۔ کھوپڑی ۲۰ ہڈیوں سے تشکیل شدہ ہوتی ہے۔

۴۔ کھوپڑی کے اندر کان کی ۳ چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(a)Staps (b)Incus (c)Mallen

۵۔ ریڑھ کی ہڈی ۲۶ ہڈیوں کا ایک کالم ہوتی ہے۔

خوردبین سے مشاہدہ کرنے سے ہڈیوں کا مائکرو اسٹرکچر ظاہر کرتا ہے کہ کود کر نیچے آئیں تو کمر اور گھٹنوں پر جو دباؤ پڑتا ہے وہ نصف ٹن سے زیادہ ہوتا ہے۔

عبدالسلام کا بیان

عالم اسلام میں آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا موجودہ نقشہ کیا ہے؟ مسئلے کی آسان تفہیم کے لئے دنیائے اسلام کو چھ جغرافیائی خطوں میں منقسم سمجھیے۔

۱۔ جزیرہ نمائے عرب اور خلیج کے نو ممالک

۲۔ شمالی عربستان۔ شام، اردن، لبنان، فلسطین غزہ کی پٹی اور یروشلم کا مغربی کنارہ۔

۳۔ ترکی، وسط ایشیا کے مسلم علاقے (ازبکستان وغیرہ) ایران، افغانستان اور پاکستان۔

۴۔انتہائی گنجان آباد خطہ بنگلہ دیش' ملائیشیا' انڈونیشیا (بھارت کے تیرہ کروڑ اور چین کے پانچ کروڑ مسلمان بھی اس خطے میں شامل ہیں)

۵۔شمالی افریقہ کے عرب ممالک

۶۔افریقہ کے غیر عرب ممالک

اٹھارہ سے تیس سال کی عمر کے کتنے نوجوان ان اسلامی ممالک کی یونیورسٹیوں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟ صرف ۲فی صد۔ جبکہ ترقی یافتہ ملکوں کی جامعات میں اس عمر کے نوجوانوں کی تعداد جو اعلیٰ سائنسی تعلیم میں مصروف ہے' بارہ فی صد ہے۔

اسی طرح ان ملکوں کے سالانہ بجٹ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترویج و تحقیق پر مجموعی طور پر ڈیڑھ فی صد خرچہ کیا جاتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے تحقیقی کام میں اسلامی ملکوں میں کتنے حضرات و خواتین مصروفِ عمل ہیں' ان کے اعداد و شمار آپ کو کہیں سے بھی دستیاب نہ ہوسکیں گے۔ تاہم مئی ۱۹۸۳ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس کا جو اجلاس اسلام آباد میں منعقد ہوا تھا' اس کی ایک تمہیدی رپورٹ میں پورے عالم اسلام میں تحقیق کے کام میں مشغول سائنس دانوں اور انجینیئر وں کی تعداد ۴۵۱۳۶ بتائی گئی تھی۔ اس کا موازنہ کرنا مقصود ہو تو دیکھئے صرف روس کی طرف جہاں پندرہ لاکھ سائنس دان تحقیق میں مشغول ہیں' دیکھئے چھوٹے سے جزیرے جاپان کی طرف' جس کے چار لاکھ جوان سائنسی تحقیق کے کام میں شبانہ روز مصروف ہیں۔

(ماخوذ از ماہنامہ طالب علم سالنامہ ۱۹۸۶ء صفحہ ۹)

طاہر ہومیو پیتھک کلینک اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

(مکرم یوسف سہیل شوق صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ اس زمانہ میں ہومیو پیتھی کو جو عالمی شہرت نصیب ہوئی ہے اس نے انسان کو سستے اور آسان علاج سے آشنا کیا ہے اور اس کی ایک برکت یہ ظاہر ہوئی کہ گھر گھر میں ہومیو پیتھ پیدا ہونے لگے ہیں جو اپنی بیماریوں کا ابتدائی علاج خود کر سکتے ہیں۔ اب اس کام میں نئی تنظیم اور ربط پیدا ہو رہا ہے۔

مارچ ۲۰۰۰ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے طاہر ہومیو پیتھک کلینک اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ کے قیام کی منظوری عطا فرمائی۔ اس کی تجویز صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھجوائی تھی۔ اس کے بعد سے بیت الصادق دارالعلوم غربی میں عرصہ پانچ چھ سال سے جاری شدہ ہومیو پیتھک کلینک کو "طاہر ہومیو پیتھک کلینک اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ" میں بدل دیا گیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پہلے اپنے گھر سے اور پھر وقف جدید کے ماتحت خدمت خلق کے ایک تاریخی سلسلے کا آغاز فرمایا۔ اس کی بنیاد ہومیو پیتھی کے مفت علاج پر تھی۔ یہ پودا وقف جدید فری ڈسپنسری کی صورت میں آج بھی اہم خدمات انجام دے رہا ہے۔ پانچ چھ سال قبل جامعہ احمدیہ میں ایک نوجوان ایم اے انگلش کرنے کے بعد اپنی زندگی وقف کر کے ربوہ تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے شوق سے ہومیو پیتھی سیکھی تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے ہومیو پیتھی کے مفت علاج کا جو عظیم الشان سلسلہ خدمت خلق کے لئے شروع کیا تھا اس کا علم اس نوجوان نے اٹھا لیا اور پہلے اپنے گھر میں اور پھر بیت الصادق میں مریضوں کا علاج شروع کیا۔ چند ہی سال میں اس نوجوان کا نام معروف ہو گیا جو نہ صرف ہومیو پیتھی میں غیر معمولی مہارت اور علم رکھتے تھے بلکہ اس کا سارا خرچ بھی خود اٹھاتے تھے اور مریضوں کو مفت دوا فراہم کرتے تھے۔ یہ تھے ہومیو پیتھک ڈاکٹر مکرم وقار منظور بسراء صاحب جو دن کو جامعہ احمدیہ میں انگریزی پڑھاتے اور شام کو مریضوں کی خدمت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ہوتے ہوتے ان کے گرد نوجوان شاگردوں کا ایک ایسا حلقہ قائم ہو گیا جنھوں نے خدمت خلق کے اس کام میں ڈاکٹر وقار صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر وقار صاحب کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے دست شفا عطا فرمایا اور برسوں کے لاعلاج مریض یہاں آ کر مفت دوا حاصل کر کے اپنے دکھوں سے نجات پانے لگے۔

روزانہ شام کو بیت الصادق میں مریضوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا اور بعض اوقات ایک ایک دن میں چھ سات سو مریض دیکھے جاتے۔ اس بے غرض خدمت کو آج یہ پھل لگا کہ اس کلینک کو مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے اپنی ذمہ داری میں لے لیا اور حضور ایدہ اللہ کی منظوری سے اس کو طاہر ہومیو پیتھک

ٹلینک اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا درجہ عطا ہو گیا۔ حضور ایدہ اللہ نے اس انسٹی ٹیوٹ کے قیام کی منظوری عطا فرمائی۔ اس انسٹی ٹیوٹ کے لئے ایک وسیع عمارت تعمیر کرنے کے لئے جگہ حاصل کر لی گئی ہے انشاء اللہ اس پر جلد ہی تعمیر شروع ہو جائے گی۔

ڈاکٹر وقار منظور صاحب نے بتایا کہ اس انسٹی ٹیوٹ کے کام کو منظم طریق پر شروع کرنے کے لئے سات شعبے بنا دیئے گئے ہیں جو کہ شعبہ کمپیوٹر' فارمیسی' استقبال و رجسٹریشن' علم و تحقیق' صفائی' اطلاعات و ترسیل ڈاک اور شعبہ مال۔ سر دست دو کارکن مستقل طور پر فراہم کر دیئے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اب کام بہت وسیع ہو گیا ہے۔ ہمارے تربیت یافتہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر ملک سے باہر امریکہ اور گھانا اور ربوہ سے باہر راولپنڈی میں بھی کام کر رہے ہیں۔

ربوہ میں تین فری کلینک

ربوہ میں اس وقت طاہر انسٹی ٹیوٹ کے تحت تین فری کلینک کام کر رہے ہیں:

ا۔ بیت الصادق کلینک: یہاں پر اتوار اور سوموار کو مکرم ڈاکٹر وقار صاحب مریضوں کو دیکھتے ہیں جبکہ دیگر ایام میں ڈاکٹر وقار صاحب کے تربیت یافتہ شاگرد مکرم مقبول احمد صاحب مریضوں کو دیکھتے ہیں۔ موصوف واقف زندگی ہیں اور جامعہ احمدیہ میں عربی ادب کے استاد ہیں۔

۲۔ نور ہومیو پیتھک کلینک طاہر آباد: اس میں مکرم ڈاکٹر لئیق احمد صاحب خدمت بجالاتے ہیں۔

۳۔ ناصر ہومیو پیتھک کلینک: رحمت بازار کی بیت ناصر میں قائم اس کلینک میں مکرم ملک محمد داؤد صاحب مریض دیکھتے ہیں۔ موصوف واقف زندگی ہیں۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے راولپنڈی میں مکرم معروف سلطان صاحب یہ خدمت بجالا رہے ہیں۔ ان تمام کلینکس کا خرچ اور انتظام اب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان طاہر انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام برداشت کرتی ہے اس کے علاوہ بیوت الحمد میں بھی ایک فری ڈسپنسری قائم ہے جس کا انتظام بیوت الحمد سوسائٹی کے ذمہ ہے۔ ڈاکٹر کی فراہمی مکرم وقار صاحب کی ذمہ داری ہے آج کل مکرم ڈاکٹر وسیم احمد مہار صاحب خدمت انجام دے رہے ہیں۔

بیرون ربوہ کے مریضوں سے درخواست

ڈاکٹر وقار صاحب نے بتایا کہ اب چونکہ ہمیں ٹیم میسر ہے اس لئے ربوہ سے باہر کے مریضوں سے درخواست ہے کہ وہ آنے سے پہلے خط لکھ کر اپنی علامات بیان کر دیں۔ پھر اس کے جواب میں ان کو ربوہ آنے کا وقت دیا جائے گا۔ ان سے درخواست ہے کہ آنے سے پہلے ایک مزید خط لکھ کر کنفرم کر دیں کہ وہ بتائے گئے وقت پر آ رہے ہیں۔ اس کا مقصد مریضوں کا وقت بچانا اور کام کو زیادہ منظم کرنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اب ہر مریض کی فائل بنائی جا رہی ہے۔ ہر مریض کے کیس پر غور کرنے نیز تحقیق و ریسرچ کو فروغ دینے کے لئے یہ طریق شروع کیا گیا ہے۔ اس سے ایک دن میں مریضوں کی تعداد مناسب ہو جائے گی نہ کہ ماضی کی طرح 'جب ایک دن مریضوں کی تعداد 721 ریکارڈ کی گئی۔ اب کوئی بھی شخص انسانی حدود میں رہ کر اتنی بڑی تعداد میں تمام مریضوں سے انصاف نہیں کر سکتا۔

خط و کتابت کا پتہ۔

ڈاکٹر وقار منظور بسراء ۔ پی او بکس نمبر 2 ربوہ پوسٹ کوڈ 35460

کمپیوٹر پروگرام

ڈاکٹر وقار صاحب نے بتایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے بڑی محنتی اور ذہین کمپیوٹر ماہرین کی ایک ٹیم نے مل کر ایک سافٹ ویئر یعنی کمپیوٹر پروگرام بنانا شروع کیا ہے جو انشاء اللہ ہومیوپیتھی کی ریسرچ کا مواد محفوظ کرنے کے لئے آئیڈیل ہوگا۔ جب یہ تیار ہو جائے گا تو اس کی ایک ایک سی ڈی پاکستان میں طاہر انسٹی ٹیوٹ کے تحت چلنے والے تمام فری کلینکس کو فراہم کر دی جائے گی۔ اس طرح سے سارے احمدی ہومیوپیتھس کی ریسرچ ایک مرکزی نظام کے تحت آجائے گی۔ جس میں مریضوں کے کوائف، علامات، ادویہ اور نتائج کا پورا ریکارڈ رکھا جائے گا اور ریسرچ سے تمام احمدی ہومیوپیتھس استفادہ کر سکیں گے۔ مزید سہولت یہ ہوگی کہ مثلاً گھانا میں بیٹھے ہوئے احمدی ہومیو پیتھ ایک کلک (Click) کر کے مرکزی کلینک کو ساری معلومات ای میل کر سکیں گے اور ان سے ساری ریسرچ اسی طرح وصول کر سکیں گے۔ اس طرح سے ہومیوپیتھی کی عالمی ریسرچ کا تاریخی کام کمپیوٹر کی مدد سے شروع ہو سکے گا۔

سوالاکھ مریض

ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں نے اکیلے عرصہ 6,5 سال میں لگ بھگ سوالاکھ مریض دیکھے ہیں۔ یہ ساری ریسرچ جس حد تک انسانی طاقت ہے میرے ذہن میں تو محفوظ ہے مگر دیگر احمدی ہومیوپیتھس اس سے کماحقہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ اب یہ ہوگا کہ سارے ریکارڈ سے تمام احمدی ہومیوپیتھس استفادہ کر سکیں گے۔

احمدی ہومیوپیتھس سے درخواست

طاہر ہومیوپیتھی ریسرچ انسٹیٹیوٹ آپ کی پریکٹس میں درپیش مشکلات و مسائل میں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح کی مدد اور راہنمائی پیش کرتا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس ادارے کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہومیوپیتھی کی ترویج و ترقی کے متعلق خواہشات کی تکمیل کرنے کی سعادت عطاء فرمائے۔ آمین انسٹیٹیوٹ کو مندرجہ ذیل شعبوں میں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اوپر دیئے گئے پتہ پر محترم ڈاکٹر وقار صاحب کو ایک خط کے ذریعہ نشاندہی فرمائیں کہ آپ اپنے مزاج اور دلچسپی کے مطابق کن شعبوں میں ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔

۱۔ نئی ادویات کی پروونگ۔
۲۔ تحقیقاتی مطالعہ اردو کتب سے۔
۳۔ تحقیقاتی مطالعہ انگلش کتب و رسائل سے۔
۴۔ اپنی پریکٹس میں مختلف امراض پر منظم تحقیق۔
۵۔ دیسی ادویات اور جڑی بوٹیوں پر تحقیق۔
۶۔ انسٹیٹیوٹ کو جڑی بوٹیوں کی فراہمی میں تعاون۔
۷۔ شہد پر تحقیق۔
۸۔ اپنی نگرانی میں حاصل کئے گئے خالص شہد کے نمونوں کی انسٹیٹیوٹ کو فراہمی۔

نیز اگر مذکورہ بالا شعبوں کے علاوہ آپ اپنی دلچسپی اور علم کے مطابق ہومیوپیتھی کے کسی اور شعبہ میں بھی تعاون کرنا چاہیں تو اس کی تفصیل ضرور لکھیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

رضا کاروں کی خدمات

اگرچہ طاہر انسٹی ٹیوٹ کے تحت دو تنخواہ دار کارکن مل چکے ہیں مگر اب بھی سارا بوجھ عملاً رضا کاروں نے اٹھایا ہوا ہے ان کے اسماء اور کام یہ ہیں۔

ا۔ مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب مربی سلسلہ۔ یہ اس سارے سیٹ اپ کے نگران اعلیٰ اور انچارج ہیں جو مکرم ڈاکٹر وقار صاحب کی زیر ہدایات سارے انتظامات کرتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے سات شعبے بنائے گئے ہیں۔ ان شعبوں کی نگرانی مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب کے سپرد ہے۔

۲۔ مکرم حافظ کرامت اللہ ظفر صاحب۔ آپ پچھلے کئی سال سے فارمیسی کا کام خوش اسلوبی سے کر رہے ہیں۔

۳۔ مکرم راجہ داؤد احمد صاحب۔ یہ وقف کی روح کے ساتھ باقاعدہ سٹوڈنٹ ہیں۔ یہ ۲۴ گھنٹے مریضوں کے علاج کے لئے آن دی جاب ٹریننگ کر رہے ہیں۔

خواتین رضا کار

ا۔ مکرمہ ڈاکٹر امۃ النصیر صاحبہ۔ یہ رحمت بازار کے کلینک میں مکرم ڈاکٹر ملک محمد داؤد صاحب کے ہمراہ مریض دیکھتی ہیں۔

۲۔ مکرمہ طاہرہ منیر صاحبہ۔ بیت الصادق کلینک میں خواتین کی انچارج ہیں۔

۳۔ مکرمہ خالدہ احمد صاحبہ اور مکرمہ طاہرہ صفدر صاحبہ یہ دونوں بیت الصادق کلینک میں خدمت انجام دیتی ہیں۔

۴۔ مکرمہ شمیم اختر صاحبہ عمومی ڈیوٹی انجام دیتی ہیں۔

ایک قابل فخر خدمت

مکرم ڈاکٹر وقار صاحب نے بڑی خوشی سے بتایا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے دو سو سے زائد ہومیو پیتھک لیکچرز میں اور بعض دیگر مقامات میں حضور نے جہاں جہاں یہ فرمایا ہے کہ احمدی ہومیو پیتھس فلاں فلاں موضوعات پر ریسرچ کریں ان تمام ارشادات کو اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ ہومیو پیتھی میں تحقیق کے جو راستے حضور ایدہ اللہ نے متعین فرمائے ہیں وہی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور انہیں کو ہم نے ترجیح دینی ہے۔ یہ اتنا وسیع میدان ہے اور اتنا بڑا ہدف ہے کہ ہم احباب جماعت سے خصوصی دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں کہ مولا کریم طاہر انسٹی ٹیوٹ کو اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ڈاکٹر وقار صاحب نے بتایا کہ جس طرح سے حضور ایدہ اللہ نے بہتر ہومیو پیتھی کی تعلیم دی ہے اور بتایا ہے کہ ہومیو پیتھی کا اصل مقام کیا ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ ہم وہی ہومیو پیتھی پریکٹس کریں جس میں مریض کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔ وقتی فائدہ تک محدود نہ رہیں۔ جو بہترین خدمت ہومیو پیتھی کے ذریعہ ممکن ہے اس کو مہیا کریں۔

ہومیو پیتھی کا مقام

مکرم ڈاکٹر وقار صاحب نے بتایا کہ ہومیو پیتھی کو ادنیٰ چیز نہ سمجھا جائے۔ اگرچہ یہ نظام بظاہر ایک شخص نے دریافت کیا۔ لیکن درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی علیم و خبیر ہستی کا قائم کردہ نظام ہے جو ہر انسان کے اندر رکھا گیا ہے۔ اب ہم نے وہ افق Discover کرنے ہیں جن سے اللہ کے فضل و کرم سے اس کے فوائد کو سارے عالم تک، ہر انسان تک وسیع

کیا جا سکے۔ ہمارے سامنے حضور ایدہ اللہ کا قابل قدر اور قابل تقلید نمونہ ہے۔ اس طریق علاج کا ایک حسین پہلو یہ بھی ہے کہ یہ بہت سستا علاج ہے اور ہماری عاجزانہ کوششوں کو اسی لئے کامیابی پر کامیابی ملتی جا رہی ہے کہ اس کی بنیاد خدمتِ خلق پر ہے۔ آج ہمیں توفیق مل رہی ہے کل انشاء اللہ اس میدان میں لاکھوں مخلصین آگے آ جائیں گے قابل لوگ آگے آئیں گے اور اس سلسلہ کو ہم نے بین الاقوامی سطح پر وسیع کرنا ہے۔ دراصل عالمی سطح پر ایک بڑی سازش کے تحت ہومیوپیتھی کو عطائیت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی ذمہ دار بڑی بڑی کمپنیاں ہیں جو اربوں روپے کا فارماسیوٹیکل بزنس کرتی ہیں اور اپنی اس کمائی سے دستبردار نہیں ہونا چاہتیں اسی وجہ سے پچھلے سو سال میں ہومیوپیتھی میں سائنسی انداز کی منظم تحقیق نہیں ہو سکی۔ اگرچہ تمام تر سازش کے باوجود وہ ہومیوپیتھی کے زبردست فوائد کو چھپا نہیں سکے لیکن اس بات میں وہ ضرور کامیاب ہو گئے ہیں کہ ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ اس پیشے میں آنے سے کتراتے ہیں کیونکہ معاشرے میں ہومیوپیتھ کا تصور یہ ہے کہ جس نے میٹرک کیا ہو۔ نہ اس کو اناٹومی کا پتہ ہو اور نہ طب کی دیگر تعلیم اسے حاصل ہو وہ ہومیوپیتھ بن جاتا ہے۔ اگر آج ہی یہ طے کر دیا جائے کہ ایف ایس سی پری میڈیکل فرسٹ ڈویژن ہی ڈی ایچ ایم ایس میں داخلہ لے گا تو چند سالوں میں معیار کچھ بہتر ہو سکتا ہے۔ یورپ کے ہومیوپیتھی کے خلاف تعصب کا یہ حال ہے کہ جرمنی (جہاں ہومیوپیتھی دریافت ہوئی) کی مشہور شوابے کمپنی کی جو دوائیں میرے ساتھ کے کمرے میں بھری پڑی ہیں وہ خود جرمنی میں آسانی سے دستیاب نہیں۔ کئی قسم کے قوانین کے تحت ان پر پابندیاں عائد ہیں۔ یہ لوگ جو اربوں کماتے ہیں اتنے طاقتور ہیں کہ ملکوں کے وزیرِ صحت بدلوا دیتے ہیں۔

حضور کی خوشنودی

اگرچہ طاہر انسٹی ٹیوٹ کا رسمی آغاز تو مارچ ۲۰۰۰ء میں ہوا لیکن طاہر انسٹی ٹیوٹ کے تحت ربوہ میں کام کرنے والے تین کلینکس بیت الصادق کلینک، ناصر کلینک اور نور کلینک کی رپورٹ جولائی ۱۹۹۹ء تا جولائی ۲۰۰۰ء حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں بھجوائی گئی تو حضور نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس رپورٹ کے مطابق بیت الصادق میں سال بھر میں 27 ہزار 414 مریضوں کا مفت علاج کیا گیا۔ ناصر کلینک میں مریضوں کی تعداد 9 ہزار 600 رہی اور نور کلینک میں 7 ہزار 600 مریضوں کا علاج کیا گیا۔ اس طرح سال بھر میں طاہر انسٹی ٹیوٹ کے تحت 44 ہزار 614 مریضوں کا مفت علاج کیا گیا۔ یہ اتنی خوشکن تعداد ہے اور انسانیت کی اتنی شاندار خدمت ہے کہ اس پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

مریضوں کی آراء

اس ضمن میں بیت الصادق کلینک کی انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے چند مریضوں سے جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ مکرم چوہدری محمد ابراہیم کی عمر ۷۲ سال ہے۔ یہ احمد پور سیال تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ سے آئے۔ ان کو ہرنیا اور غدود کی تکلیف تھی۔ انہوں نے بتایا کہ پہلے میری ٹانگ سیدھی نہ ہوتی تھی۔ اب اس کو آرام ہے۔

۲۔ مکرم نور حسین صاحب لاہور سے آئے ہیں۔ ان کی عمر 22 سال ہے۔ ان کو الرجی کی تکلیف تھی۔ پورے جسم پر دھپڑ Rashes ہو جاتے تھے۔ پہلے ایلو پیتھک علاج کرواتے رہے مگر آرام نہ آیا۔ اب 90% فرق پڑ چکا ہے۔

۳۔ مکرم آصف جاوید صاحب جڑانوالہ سے آئے۔ ان کے گھٹنے میں درد تھا۔ پہلے جو علاج کرواتے رہے اس سے کوئی موثر فرق نہ پڑتا تھا۔ اب تکلیف میں ۵۰% کمی ہو چکی ہے۔ ان کے ساتھ کلینک میں آنے والے دوست مکرم عبدالغفور رندھاوا صاحب نے بتایا کہ یہ پہلے آیا تھا تو دو قدم چل نہ سکتا تھا۔ سہارے سے چل کر آیا تھا۔ اب خدا کے فضل سے آرام ہے اور خود چل کر آتا ہے۔

۴۔ مکرم بشیر احمد صاحب ساہیوال عمر ۶۵ سال چک نمبر 99-R-6 سے آئے ہیں۔ ان کو دل کی تکلیف تھی۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ بائی پاس ہوگا۔ والو بند ہے۔ پہلے یہ تکلیف سے بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ اب علاج سے بہت فرق پڑ چکا ہے تاہم تھوڑی سی بیماری ابھی باقی ہے۔

۵۔ مکرم ظفر اللہ صاحب سرگودھا سے آئے ہیں۔ ان کو انتڑیوں کا السر ہے۔ تین سال سے بیمار تھے۔ آپریشن بھی کروایا "آنت بھی کٹوائی" اس کے باوجود خون آنا بند نہ ہوا۔ اب دو ماہ کے علاج کے بعد خون نہیں آیا۔ تکلیف میں بہت کمی ہے۔

٦۔ سرگودھا کی ایک خاتون کا حمل نہیں ٹھہرتا تھا۔ چند مہینے کے بعد ضائع ہو جاتا تھا۔ اب علاج سے حمل ٹھہر گیا ہے چند دن میں بچہ کی پیدائش متوقع ہے۔

۷۔ مکرمہ عزیزاں بی بی صاحبہ جڑانوالہ سے آئی ہیں ان کو سر درد اور چکروں کی تکلیف عرصہ 8'9 سال سے تھی کئی قسم کے علاج کروائے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اب 5'6 ماہ سے علاج کروا رہی ہیں۔ بہت آرام ہے۔

۸۔ مکرم منور بیگم صاحبہ اور حمہ ضلع سرگودھا۔ ان کو پٹھوں کے درد کی تکلیف چار سال سے تھی۔ نہ صرف یہ کہ کوئی فرق نہ پڑا تھا بلکہ تکلیف بڑھ چکی تھی۔ قے رکتی نہ تھی۔ اب یہاں سال بھر سے علاج کروا رہی ہیں۔ بہت آرام ہے۔

۹۔ مکرمہ رسولاں بی بی صاحبہ اور حمہ۔ ان کے پاؤں کی ہڈی بڑھ رہی تھی۔ 5'6 ماہ سے علاج کروا رہی ہیں اب بیماری ٹھیک ہو رہی ہے۔

۱۰۔ مکرمہ زیباں بی بی صاحبہ چنیوٹ سے آئی ہیں۔ ان کے تین لڑکوں کو Hemophilia کی بیماری تھی۔ جوڑوں پر سوجن تھی۔ اگر زخم آ جاتا تو خون رکتا نہیں تھا۔ اب سوجن اور درد ختم ہو گئی ہے۔ یہ بچے پیدائشی بیمار تھے۔ بہت علاج کروائے۔ اب خدا کے فضل سے پہلی دفعہ آرام آیا ہے۔

۱۱۔ مکرمہ سلامت بیگم صاحبہ عمر 60 سال چک 42 ضلع سرگودھا۔ ان کے گھٹنے میں اور چھوٹے جوڑوں میں درد اور سوجن تھی۔ چل پھر بھی نہ سکتی تھیں۔ اب خدا کے فضل سے آپ خود چل کر آتی ہیں۔ سوجن ختم ہو گئی ہے۔ پہلے پکڑ کر لاتے تھے۔

۱۲۔ مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ دارالنصر ربوہ عمر 50 سال پیٹ درد اور گیس کی تکلیف تھی۔ آرام ہے۔

اللہ تعالیٰ طاہر ہومیو پیتھک کلینک اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں بہت برکت ڈالے۔ اس ادارے کے سربراہ اور رواح رواں مکرم ڈاکٹر وقار صاحب کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ ان کو دستِ شفا عطا کئے رکھے اور خدمتِ انسانیت کا یہ ادارہ بڑھ چڑھ کر خدمات انجام دیتا رہے۔ آمین

(الفضل ۔ 23 دسمبر 2000ء)

گالف ایک مختصر تعارف

(مکرم راجہ عطاء المنان صاحب)

گالف ایک بہت دلچسپ اور صحت مند آوٹ ڈور گیم ہے جس کا مقصد ایک چھوٹے اور سخت سے بال کو خاص قسم کے کلبز (clubs) کے ذریعہ گالف کورس (golf course) کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کم سے کم سٹروکس کھیل کر پہنچانا ہے۔ ایک معیاری گالف کورس کی لمبائی 5,900 سے لیکر 6,400 میٹر تک ہوتی ہے اور یہ بالعموم 18 ہولز (holes) پر مشتمل ہوتا ہے۔ انفرادی ہول کی لمبائی 90 سے 150 میٹر تک ہوتی ہے۔ ہر ہول کے شروع میں ایک سٹارٹنگ پوائنٹ ہوتا ہے جسے ٹی (Tee) کہتے ہیں اور ہول کے آخر میں ایک 4.2 انچ قطر والا اور 4 انچ گہرا سوراخ ہوتا ہے جسے کپ (cup) کہتے ہیں۔ کپ کے اندر ایک جھنڈا لگا ہوتا ہے۔ ہول مکمل کرنے کے لیے بال کو کپ میں ڈالنا ضروری ہوتا ہے۔

کھیل کا آغاز ٹی (Tee) سے ہوتا ہے۔ ٹی ایک ہموار اور نسبتاً اونچی جگہ ہوتی ہے جہاں سے کھلاڑی بال کو سٹروک لگا کر میدان کے درمیانے حصے تک پھینکتا ہے۔ ہول کے اس حصے کو فیئر وے (fairway) کہتے ہیں۔ یہ چوڑائی میں 72 سے 90 میٹر تک ہوتا ہے اور یہاں پر گھاس باقاعدگی سے کاٹی جاتی ہے تاکہ بال کو سٹروک لگانا آسان ہو۔ جبکہ فیئر وے کے دونوں جانب رف (rough) ہوتا ہے جو لمبی لمبی گھاس، جھاڑیوں، درختوں اور بسا اوقات ریتلے یا پانی والے حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ کھلاڑی کی کوشش ہوتی ہے بال رف میں نہ جائے اس لیئے اسے خاص مہارت سے کھیلنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات فطری رف کی غیر موجودگی میں مصنوعی رف بنا دیا جاتا ہے مثلاً زمین کے ایک حصے کو کھود کر اس میں نرم ریت یا پانی بھر دیا جاتا ہے اور مٹی کے ٹیلے بنا دیئے جاتے ہیں۔ فیئر وے کے دوسری جانب کپ ہوتا ہے اور اس کے گرد باریک اور ملائم گھاس ہوتی ہے جسے گرین (green) کہتے ہیں۔ یہاں سے بال کو آہستگی سے سٹروک لگا کر کپ میں ڈالا جا سکتا ہے۔ اس سٹروک کو پَٹ (putt) کہتے ہیں اور جس کلب سے یہ سٹروک کھیلا جاتا ہے وہ بھی پَٹ ہی کہلاتا ہے۔ اس کھیل کے مختلف مراحل میں مختلف کلب استعمال کیے جاتے ہیں جن میں سے بعض لکڑی کے ہوتے ہیں اور بعض سٹیل کے۔ زیادہ سے زیادہ چودہ کلب استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ کلب کے انتخاب میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ بال کس جگہ اور کس پوزیشن میں پڑا ہے اور اسے کتنی دور پھینکنا مقصود ہے۔ اسی طرح بعض کلب بال کو اونچا اٹھانے کیلیے مخصوص ہیں، بعض دور تک پہنچانے کیلیے اور بعض ٹھیک نشانے پر پھینکنے کیلیے۔

اعلان ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم حافظ خالد افتخار صاحب مہتمم تربیت خدام الاحمدیہ پاکستان کو مورخہ ۶ فروری ۲۰۰۱ء دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ جس کا نام ''غفران خالد'' رکھا گیا ہے۔

نومولود مکرم محمد افتخار احمد صاحب ناصر آباد شرقی ربوہ کا پوتا او رمکرم عبدالحمید صاحب (راہ مولیٰ میں جان دینے والے) آف محراب پور سندھ کا نواسہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نومولود کو خادم دین بنائے اور صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

آجکل گالف کے زیادہ تر مقابلے سٹروک پلے (stroke play) کے مطابق ہوتے ہیں' جس میں دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کونسا کھلاڑی کم سے کم سٹروکس میں مقررہ ہولز پورے کرتا ہے۔ اگرچہ گالف کا مقابلہ عموماً 9 یا 18 ہولز کا ہوتا ہے مگر 36، 54 یا 72 ہولز کے مقابلے بھی منعقد کیئے جاتے ہیں۔

پار (parr) گالف کی ایک مشہور اصطلاح ہے۔ پار بنیادی طور پر سٹروکس کی تعداد ہے' جو ایک ماہر کھلاڑی کو ایک مخصوص ہول کو پورا کرنے کیلیے درکار ہیں۔ مثلاً 228 میٹر سے کم کے ہول کیلیے تین سٹروک کافی ہونگے۔ چنانچہ وہ تین پار کا ہول کہلائے گا' جبکہ 428 میٹر سے زیادہ لمبے ہول کیلیے پانچ سٹروکس درکار ہونگے اور وہ پانچ پار والا ہول کہلائے گا۔ انفرادی ہولز کے پار کو جمع کر کے کورس کا مجموعی پار نکالا جاتا ہے۔ شاذ کے طور پر ایسا ہوتا ہے کہ تین پار والے ہول میں کوئی کھلاڑی ایک ہی شاٹ میں بال کوٹی سے کپ تک پہنچا دے، مگر ماہرین کے نزدیک ایسا ہونے کا امکان 8,606 میں سے صرف ایک ہے۔ پار سے ایک سٹروک کم کھیل کر ہول مکمل کرنے کو برڈی (birdie) کہتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ہول پانچ پار کا ہو یعنی ایک ماہر کھلاڑی عموماً اسکو پانچ سٹروکس میں مکمل کر سکتا ہو اور کوئی کھلاڑی یہ ہول صرف چار سٹروکس میں مکمل کر لے' تو اسے برڈی کہیں گے۔ اگر پار سے دو سٹروک کم کھیل کر ہول مکمل کر لے' تو اسے ایگل (eagle) کہیں گے اور اگر پار سے تین سٹروکس کم کھیل کر ہول مکمل کر لے' تو اسے البیٹروز (albatross) کہیں گے۔ پار سے ایک سٹروک زیادہ کھیل کر ہول مکمل کرنے کو بوگی (bogey) اور دو سٹروک زیادہ کھیلنے کو ڈبل بوگی کہتے ہیں۔

گالف کے کھلاڑی کے ساتھ عموماً ایک نوجوان ہوتا ہے' جسے کیڈی (caddy) کہتے ہیں۔ وہ کھلاڑی کے کلب اٹھا کر ساتھ ساتھ چلتا ہے اور کھلاڑی کو اسکا مطلوبہ کلب پکڑاتا جاتا ہے۔ آجکل کیڈیز کا رواج کم ہو گیا ہے' کیونکہ گالف کورس پر پیدل چلنے کی بجائے چھوٹی چھوٹی موٹریں (golf carts/buggies) استعمال کرنے کا رواج بڑھ گیا ہے مگر پروفیشنل کھلاڑیوں کو اب بھی پیدل ہی چلنا ہوتا ہے۔

کمپیوٹر ڈیسک

(مکرم شیخ نصیر احمد صاحب)

ہاں تو دوستو! آپ کو پچھلی قسط کیسی لگی؟ اگر نہیں پڑھی تو پڑھ کر ضرور بتائیں اور اپنی آراء سے آگاہ کرتے رہا کریں۔
پچھلی بار اختتامی کلمات میں ہم نے کہا تھا کہ مدر بورڈ کے متعلق بتائیں گے لیکن اب یہ سوچا ہے کہ پہلے چند Peripherls کے بارے میں بتا دیا جائے جو مدر بورڈ پر کام کرتے ہیں۔ تو سب سے پہلے ہم بات کریں گے Permonent Storage Devices کی۔ کیا! آپ یہ الفاظ پہلی مرتبہ سن رہے ہیں۔ کوئی بات نہیں۔ اگر آپ دلچسپی سے یہ مضامین پڑھتے رہے تو انشاء اللہ آپ اس سے بھی زیادہ مختلف الفاظ پڑھتے اور سمجھتے رہیں گے۔ جیسا کہ لفظی ترجمہ سے ظاہر ہے کہ ایسے آلات جو کسی چیز کو مستقل طور پر محفوظ کر سکتے ہوں۔ تو کمپیوٹر میں کون سی ایسی چیز ہوتی ہے جسے ہم مستقل طور پر محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا! اب تک تو ایسی کوئی چیز نہیں آئی جو ہم محفوظ کرنا چاہتے ہوں۔ نہیں بھئی ابھی آپ کو ضرورت نہیں تو بعد میں تو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ مثلاً آپ اگر
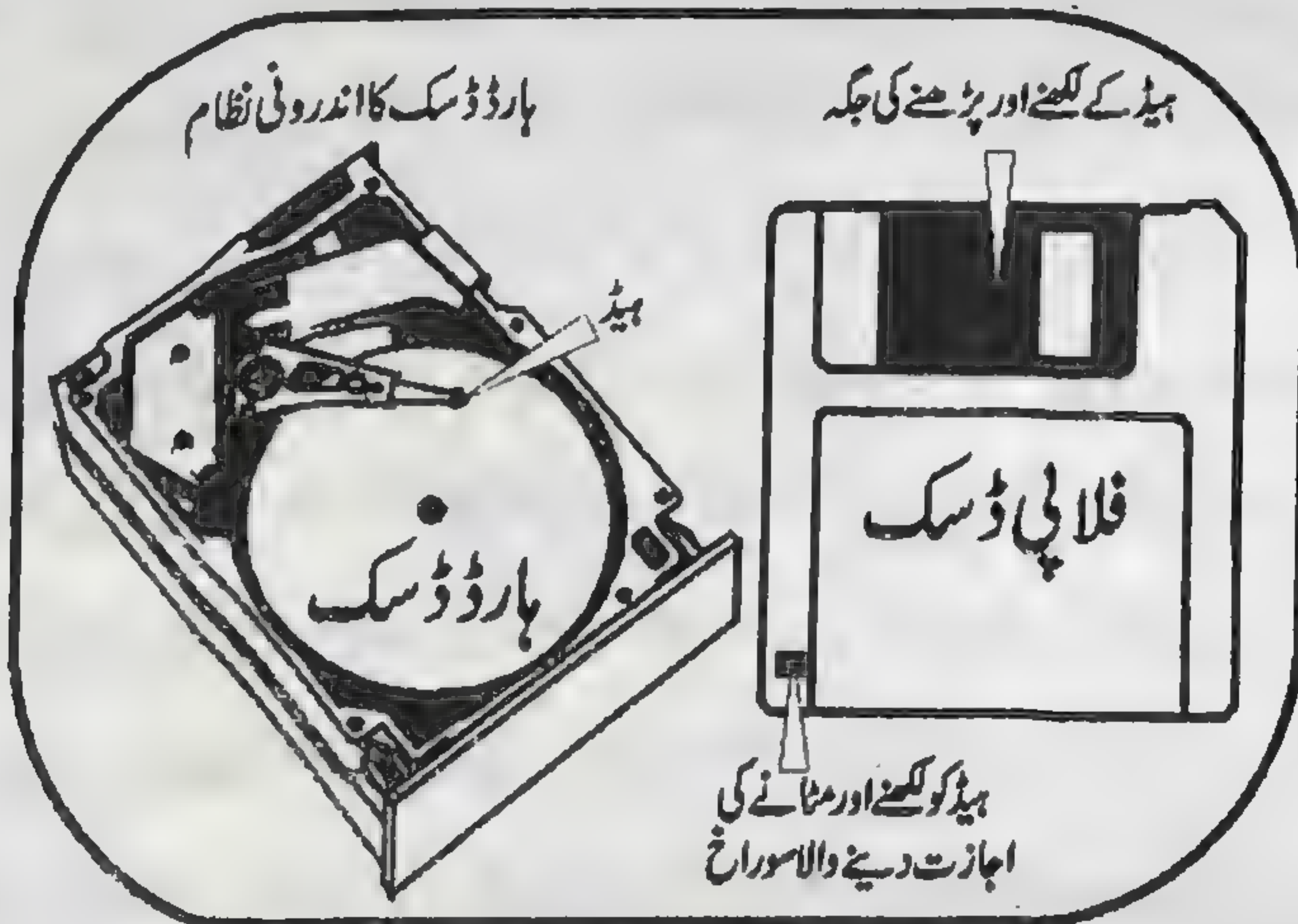
اپنے دوست احباب کے فون نمبرز، ایڈریسز، ای میل ایڈریسز اور اس طرح کی دوسری معلومات محفوظ کرنا چاہیں تو...... دیکھا بھئی یہ تو ایک گھریلو قسم کی ضروری چیز ہے جسے آپ محفوظ کرنا چاہیں گے اور اگر کوئی شخص اپنے گھریلو، ذاتی یا کاروباری قسم کی بعض ایسی اہم چیزیں مثلاً بجٹ، اخراجات، سٹاک اور دوسری ہر قسم کی معلومات محفوظ کرنا چاہے تو اس کے لئے وہ RAM قسم کی میموری تو استعمال کرنے سے رہا۔ کیوں؟ لگتا ہے آپ نے پچھلا مضمون غور سے نہیں پڑھا۔ ہم دوبارہ بتاتے ہیں کہ RAM میں آپ اس وقت تک ہی

معلومات محفوظ رکھ سکتے ہیں جب تک کمپیوٹر آن ہے۔ آپ نے کمپیوٹر آف کیا نہیں اور آپ کا سارا Data میموری سے Wash ہوا نہیں۔ تو ہمیں کسی ایسی قسم کی میموری کی ضرورت ہے جو کمپیوٹر آف ہونے کے بعد بھی آپ کی Information کو محفوظ رکھنے کی اہلیت رکھتی ہو اور جب آپ کو دوبارہ کسی وقت ان معلومات کی ضرورت پڑے تو آپ اس میموری سے Read کر سکیں یا ان معلومات میں کوئی تبدیلی کر سکیں یا اسے اپنی مرضی سے Wash کر سکیں۔ تو اس مقصد کے لئے بنیادی طور پر دو قسم کے آلات استعمال کئے جاتے رہے ہیں۔ پہلی قسم تو آپ ہر روز اپنے گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ نہیں کرتے؟ نہیں بھئی! آپ غور کریں تو آپ اس سے ایسے مانوس ہیں کہ بعض لوگ اس کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ ہاں! بھئی ٹیپ پلیئر کے اندر چلنے والی "کیسٹ"۔ کمپیوٹر میں بھی یہ معلومات محفوظ کرنے کے لئے اب تک استعمال ہوتی رہی ہے۔ اور دوسری قسم کی میموری کی مثال کے لئے گراموفون کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس میں ایک توے کی شکل کا گول ریکارڈ ایک موٹر لگے ہوئے آلے کے اوپر رکھ کر گھمایا جاتا تھا اور اس کے اوپر ایک سوئی کو رکھا جاتا تھا۔ اس توے نما چیز کی طرح کی Disk کمپیوٹر میں معلومات کو مستقل طور پر محفوظ کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ یہ بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کو Floppy Disk کہتے ہیں اور دوسری کو Hard Disk کہتے ہیں۔ ایک تیسری قسم بھی استعمال ہوتی ہے جسے Compact Disk کہتے ہیں۔ لیکن اس میں اکثر ایسی استعمال ہوتی ہیں جو Read Only قسم کی ہوتی ہیں۔ یعنی اس میں ایک بار جو Data محفوظ کر دیا جائے۔ اس کو دوبارہ Edit یا تبدیل نہیں کیا جا سکتا یعنی صرف پڑھا جا سکتا ہے۔

ہاں تو اب ہم Floppy Disk اور Hard Disk کی طرف آتے ہیں۔ Hard Disk جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مضبوط قسم کی موٹی سی Disk ہوتی ہے جو کمپیوٹر کے اندر مستقل طور پر نصب ہوتی ہے۔ اور Floppy جیسا کہ نام سے ظاہر ہے نرم و نازک سی ہوتی ہے۔ اور کیسٹ کی طرح آپ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ یعنی ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں فوری طور پر لگا کر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے لگانے کے لئے ٹیپ پلیئر کی طرح کا ایک ڈسک پلیئر ہوتا ہے جسے کمپیوٹر میں Floppy Drive کہتے ہیں۔ یہ Floppy میں Data محفوظ کرنے کے لئے اور Read کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ Hard Disk میں اس کے خول کے اندر ہی اس کے Read/Write کرنے کا نظام لگا ہوا ہوتا ہے۔

بنیادی طور پر Floppy Disk اور Hard Disk کے کام کرنے کا اصول ایک ہی ہے۔ Hard Disk میں اس کے اندر ایک یا ایک سے زیادہ Diskettes لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور ان کے اوپر ان کے اپنے الگ الگ Head لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو Read اور Write دونوں قسم کے امور سرانجام دیتے ہیں۔ اور Hard Disk زیادہ معلومات ذخیرہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جبکہ Floppy Disk کو Read/Write کرنے کے لئے Floppy Drive میں ہی Head لگا ہوا ہوتا ہے جو ایک وقت میں ایک ہی Floppy کو Read یا Write کر سکتا ہے۔

Floppy ایک پلاسٹک کے خول کے اندر بند Magnatic Tape کی بنی ہوئی گول Flexible ڈسک ہوتی ہے۔ خول کے اوپر اور نیچے والے حصے میں ایک طرف ایک آدھے انچ چوڑا اور ایک انچ لمبا سوراخ ہوتا ہے جہاں سے Drive کا ہیڈ Floppy میں Data پڑھ یا لکھ سکتا ہے۔ خول کے بائیں طرف شروع ہی میں ایک سوراخ ہوتا ہے۔ جو Drive کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ڈسک میں موجود مواد تبدیل یا مٹایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ جب ڈسک کو Drive میں ڈالتے ہیں تو عین اس سوراخ والی جگہ کے اوپر ایک چھوٹا سا بلب لگا ہوتا ہے اور نیچے کی جانب ایک لائیٹ سینسر لگا ہوا ہوتا ہے۔ اگر ہم ڈسک میں کچھ محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو سوراخ کو اس کے سلائیڈر ڈھکن کی مدد سے بند کر دیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ Drive ہیڈ کو اجازت دے دے کہ وہ ڈسک میں کچھ لکھ سکتا ہے۔ اگر ہم سلائیڈر ڈھکن کو کھلا چھوڑ رہے ہیں تو ہیڈ ڈسک سے سوائے پڑھنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ خول کے نیچے والے حصے میں ایک گول سوراخ ہوتا ہے جس کو Spindle Hole کہتے ہیں۔ Drive اس سوراخ میں سے نکلے ہوئے لوہے کے کلپ میں اپنے لیور پھنسا کر Magnatic Tape کو گھماتا ہے تا کہ ہیڈ اس پر سے پڑھ یا لکھ سکے۔ ہارڈ ڈسک کے ہیڈ اس کی ڈسکوں پر مستقل موجود رہتے ہیں۔ اور اس کی ڈسکیں مضبوط دھات کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ Floppy کی طرح نرم پلاسٹک کی بنی ہوئی نہیں ہوتیں۔

معلومات لکھنے یا پڑھنے کا طریقہ ہر دو قسم کی ڈسکوں پر ایک ہی طرح کا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مقناطیس کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک کو نارتھ پول کہتے ہیں اور دوسرے کو ساؤتھ پول کہتے ہیں۔ Magnatic ڈسک پر گول گول حصے بنے ہوتے ہیں جنہیں Track کہتے ہیں اور کچھ خطوط کے ذریعے ان کو کچھ مزید حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ان کو Sector کہتے ہیں۔ ہر Sector کو مزید خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جنہیں Cluster کہتے ہیں۔ ڈسک پر ہم کوئی چیز محفوظ کرنے کے لئے جو کم سے کم جگہ لے سکتے ہیں وہ ایک کلسٹر کہلاتا ہے۔ یعنی وہ چھوٹے سے چھوٹا خانہ جو ہم اپنی معلومات محفوظ کرنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں وہ ایک Cluster ہوتا ہے۔ اب ایک Cluster چند Bytes کا ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایک Byte میں 8 بٹس ہوتے ہیں۔ یہ سمجھ لیں کہ ہر ایک بٹ ایک ایسا مقناطیس ہے جس کا پول ہم اپنی مرضی سے ساؤتھ یا نارتھ بنا سکتے ہیں۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ نارتھ پول 0 کے برابر ہے اور ساؤتھ پول 1 کے برابر ہے۔ ہم نے ایک Byte محفوظ کرنا ہے جس کا Pattern ہے 10011101۔ تو ہیڈ پہلے خانے میں جائے گا۔ اس میں اس نے 1 سٹور کرنا ہے۔ تو وہ اس خانے یا اس مقناطیس کا پول ساؤتھ کر دے گا۔ اس طرح اگلے خانے میں 0 سٹور کرنا ہے تو اس کا پول نارتھ کر دے گا علی ھذا القیاس۔ تو ہمارا Byte ڈسک پر مستقل طور پر سٹور ہو گیا۔ اس طرح ہم جتنے Bytes چاہیں گے یا جو بھی سٹور کرنا چاہیں گے وہ ڈسک پر سٹور ہو جائیں گی۔ اسی طرح جب ہم ان کو Read کرنا چاہیں گے۔ تو ہیڈ پہلے خانے پر جا کر اس کو Sense کرے گا کہ یہ کون سا پول ہے نارتھ ہو گا تو وہ 0 بتا دے گا اور

ساؤتھ ہوگا تو 1 بتادے گا۔اس طرح ہم اپنی ساری معلومات پڑھ سکیں گے۔

ڈسک پر جو پہلا Track ہوتا ہے اس کو 0 ٹریک کہتے ہیں۔یہ ڈسک کا بہت اہم حصہ ہوتا ہے جس میں اس ڈسک پر سٹور ہونے والی ہر Information کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ وہ کون سے ٹریک پر اور کون سے سیکٹر پر اور کون سی کلسٹر پر لکھی گئی ہیں۔اسی طرح پڑھتے وقت پہلے ہیڈ 0 ٹریک پر جاتا ہے اور جو اس نے پڑھنا ہوتا ہے اس کے بارے میں معلومات لے کر آتا ہے کہ وہ کون سے ٹریک، سیکٹر اور کلسٹر پر پڑی ہیں اور انہیں Read کرتا ہے۔0 ٹریک پر اس قسم کی معلومات ایک لسٹ میں موجود ہوتی ہیں جسے File Allocation Table کہتے ہیں اور مختصر طور پر FAT کہتے ہیں۔اگر کسی ڈسک کا 0 ٹریک یا FAT ختم ہو جائے یا Wash ہو جائے تو اس کے اندر معلومات تو موجود رہیں گی لیکن ہم انہیں Read نہیں کر سکیں گے۔ہم یہی کہیں گے کہ یہ ڈسک اڑ گئی۔کمپیوٹر میں آنے والے وائرس اس قسم کی معلومات کو ہی پہلے ختم کرتے ہیں تا کہ وہ پوری کی پوری ڈسک ہی ہمارے استعمال کے قابل نہ رہے۔

☆☆☆

Monthly KHALID C. Nagar
Editor: IsfandYar Muneeb
Regd. CPL # 139
April 2001

ہم آن ملیں گے متوالو......

ہم آن ملیں گے متوالو۔ بس دیر ہے کل یا پرسوں کی
تم دیکھو گے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دید کے ترسوں کی
ہم آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ تو فرطِ طَرب سے دونوں کی
آنکھیں ساون برسائیں گی۔ اور پیاس بُجھے گی برسوں کی
تم دُور دُور کے دیسوں سے جب قافلہ قافلہ آؤ گے
تو میرے دل کے کھیتوں میں، پھولیں گی فصلیں سرسوں کی
یہ عشق و وفا کے کھیت رضا کے خوشوں سے لَد جائیں گے
موسم بدلیں گے رت آئے گی ساجن، پیار کے دَرسوں کی
مرے بھولے بھالے حبیب مجھے، لکھ لکھ کر کیا سمجھاتے ہیں
کیا ایک انہی کو دکھ دیتی ہے۔ جدائی لمبے عرصوں کی؟
یہ بات نہیں وعدوں کے لمبے لیکھوں کی۔ تم دیکھو گے
ہم آئیں گے جھوٹی نکلے گی لاف خدا ناترسوں کی
دور ہو گی کُلفت عرصوں کی اور پیاس بجھے گی برسوں کی
ہم گیت ملن کے گائیں گے پھولیں گی فصلیں سرسوں کی

(کلام طاہر)